Digitized by Khilafat Library

آؤ لوگو کہ یہیں نور خدا پاؤ گے ❊ لو تمھیں طور تسلّی کا بتایا ہم نے

ریویو آف ریلیجنز

یعنے

دنیا کے مذاہب پر نظر

جلد ۱۴ — بابت ماہ اکتوبر سنہ ۱۹۱۵ ء — نمبر ۱۰

قیمت سالانہ [illegible] — عام طلباء سے عہ

مطابق ذی الحج سنہ ۱۳۳۳ ھجر

فہرست مضامین

کامل مذہب — صفحہ ۳۶۵ سے ۳۸۸

حضرت مسیح ناصری صلیب سے زندہ اترے — ۳۸۸ سے ۳۹۵

ریویو حیات النبی — ۳۹۵

ایک سوال اور اسکا جواب — ۳۹۶ سے ۳۹۷

ترجمہ قرآن کریم معہ تفسیر اوضح القرآن — ۳۹۸

گوشوارہ آمد و خرچ صدر انجمن احمدیہ بابت ماہ جولائی و اگست — ۳۹۹ سے ۴۰۰

مندرجہ ذیل کتابیں دفتر میگزین سے نقد قیمت آنے پر یا بذریعہ وی پی طلب کرنے پر مل سکتی ہیں

براہین احمدیہ ہر چہار حصہ	عاصر	خطبہ الہامیہ	عہ ر
" حصہ اول	۵ر	مواہب الرحمٰن	۴ر
" حصہ دوم	۴ر	مبادی الصرف مصنفہ حضرت خلیفۂ اول رضؓ	۱۰ر
" حصہ سویم	۱۰ر	لغات القرآن حصہ اول	عہ ر
اسلامی اصول کی فلاسفی	۵ر	" حصہ دویم	عہ ر
ٹیچنگز آف اسلام مجلد انگریزی	عہ ر	ضرورت امام	۱۰ر
" غیر مجلد "	۴ار	رسالہ فضل حق	ار
قاعدہ یسرنا القرآن حصہ اول	۰ر	ستارہ قیصرہ	۰ر
" حصہ اول دویم مکمل	۴ر	دین الحق مجلد	۱۰ر
" حصہ اول سویم اردو	ار	دافع البلاء	ار
قاعدہ نوابی (اردو)	ار	دینیات کا پہلا رسالہ مصنفہ حضرت خلیفۃ المسیحؑ اول	ار
قرآن شریف عمدہ خوشخط	عہ ر		
پارہ اول بطرز قاعدہ یسرنا القرآن	ار	خلافت راشدہ حصہ دویم	ار
" دویم	ار	برکات الدعاء	۲ر
" سویم	ار	رسالہ اسلام (انگریزی میں)	۱۰ر
پارہ عم مترجم	۳ر	رسالہ ڈوئی (انگریزی میں)	ار
پارہ اول مترجم ترجمہ حضرت خلیفۂ اول رضؓ	۳ر	اربعین	۲ر
سوانح حضرت خلیفۃ المسیح اول رضؓ	عہ ر	الحق لدھیانہ	۶ر
سرمہ چشم آریہ	۱۲ر	الحق دہلی	۸ر
جنگ مقدس	۶ر	اوامر نواہی	۹ر

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

کامل مذہب نمبر (۵)

(رقم زدہ پروفیسر مولوی عطاء الرحمن صاحب ایم۔ اے)
(انگریزی سے اردو میں ترجمہ کیا گیا)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے کیا تبدیلی رونما ہوئی

فاضل لین پول رقمطراز ہے "یہ مذہب خداپرستی کی خالص اور صاف شکل ہے۔ اور موجودہ مسیحیت کی مختلف شاخیں جو خدا پرستی کی مدعی ہیں اُنمیں سے ایک بھی کیا بلحاظ سادگی اور کیا بلحاظ سخت پابندی اسلام کا مقابلہ نہیں کر سکتی یہ مذہب انسان اور خدا کے تعلقات کو نہایت احسن پیرایہ میں پیش کرتا ہے پھر انسانوں کے باہمی تعلقات کو نہایت عمدہ اور قابل تعریف طرز پر ادا کرتا ہے اور آخرش اُن ذمہ داریوں کا بہترین طور پر ذکر کرتا ہے جوکہ ادنیٰ مخلوق کے ساتھ تعلق ہونے کے باعث انپر عاید ہیں۔ اِس دین میں توہم پرستی کا دخل نہیں اور نہ ہی پیچیدہ اصولوں کی اُلجھن کا اسلام کی تعلیم میں حصہ ہے۔ یہ مذہب سخت پابندی اور ضابطہ چاہتا ہے مگر تارک الدنیا ہونے اور جسم شکن ریاضتوں کی غیر مطبوع رسم سے پاک ہے۔ اسکے قواعد سخت ہیں مگر رحم سے معرا نہیں"

لاریب حضرت سرور کائنات کی آنکھ میں جسم شکن ریاضتیں اور تکلیف دہ چلہ کشیاں جو تارک لوگ

برضا و رغبت اپنے اوپر وارد کرتے تھے مکروہ اور ناپسندیدہ حرکات تھیں۔ آپ علم معاشرت کے اعلیٰ اصولوں کی ترویج کے حامی تھے اور اپنے عقیدت کیشوں میں وہ اوصاف حسنہ دیکھنا چاہتے تھے جو انسان کی زمینی زندگی کے لیئے بمنزلہ زیور کے ہیں اور جن کے حاصل کرنے پر انسان اپنی زندگی کو خوشحال و قابلِ رشک زندگی بنا لیتا ہے۔ اسلام پر اعتراض کرنیوالے لوگ اکثر اس امر کو فراموش کر دیتے ہیں کہ مذہب اسلام نے ایک ایسے 'ضابطہ معاشرت' کی بنیاد ڈالی ہے جو پیروانِ اسلام کے اندر سخاوت مصاحبت اور باہم رفق و موانست کی روح پھونکتا ہے اور یہ اسی ضابطہ اور پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے زندہ نمونہ کا اثر تھا کہ عربوں نے اپنے صدیوں کے نفاق و حسد کو یکدم بیخ و بن سے اکھاڑ پھینکا اور کینہ توزی کی عادت کو جو انکی طبیعت کا جزوِ ثانی بن چکی تھی معاً بدل لیا اور ان کے قلوب دولتِ ایمان سے مالا مال ہونے کے ساتھ ہی ہمدردی و اخوت کی مضبوط زنجیروں میں جکڑ گئے وہ انما المؤمنون اخوۃ کے ماتحت ایک دوسرے کو اپنا بھائی تصور کرنے لگے اور جمہوریت کے اندر ان سب کو ایک سے حقوق اور یکساں مراعات حاصل ہو گئیں۔ دنیا کے بے شمار اہل نظر اس امر کو حیرت کی نگاہ سے دیکھتے اور اسپر تعجب کا اظہار کرتے ہیں کہ مادہ پرست اور وہمی دیوتاؤں کی محکوم قوم نے کس طرح ایکدم مخلوق پرستی کے عصائے حکومت کی ماتحتی سے آزاد ہو کر ایک انتہائی توحید پرست مذہب کی غلامی کا جوا اپنی گردن پر رکھ لیا!

ہمارے نزدیک اہل ظاہر کے محولہ بالا تعجب سے بھی بڑھکر ایک اور حیرت انگیز امر ہے جسے ایک بے نظیر اعجاز کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔ اور وہ یہ کہ 'نئے مذہب نے عربوں پر وہ اثر' کیا اور انکی قلوب کی زمین میں اس طرح قلبہ رانی کی کہ انکی قوم میں جس قدر بدیاں اور خرابیاں جاگزین تھیں ان سب کو قلیل عرصے کے اندر بیخ و بن سے اکھاڑ پھینکا۔ نیا مذہب اپنے نیک اثر کے ساتھ صحیح سالم بیج کی طرح اس قوم کے قلوب کی زمین میں بویا گیا اور سابقہ حسد کینہ توزی عداوت اور بدخوئی کے خار دار جھاڑ جھنکاروں کی جگہ وہاں الفت و محبت، ہمدردی و شفقت، اخوت و رفاقت کے سرسبز و ثمر دار پودے نمودار ہوئے۔

جمہوریت اسلام کے زیر نگین ہو کر آزاد عربوں نے برادر کشی کے خونریز و وحشیانہ جنگ و جدل کو خیر باد کہدیا اور جو بے ہودہ و بے سود خونریزی اہل عرب کی خصلت میں داخل ہو چکی تھی

وہ یک قلم ایک قصۂ ماضی بن گئی۔ اور ایک مغربی مصنف کے الفاظ میں حالات نے یہ صورت اختیار کی کہ "جو اقوام باہمی عدو تھیں وہ اب ایمان و اطاعت میں متحد ہو کر شیر و شکر ہو گئیں۔ اور جو شجاعت بے فائدہ خانہ جنگی میں خرچ ہوتی تھی اب وہ اپنی پوری طاقت و زور کے ساتھ یکجا ہو کر غیر ملکی دشمن کے مقابلہ میں صرف ہونے لگی" چنانچہ اس غیر معمولی تغیر اور حیرت انگیز اعجازی تبدیلی کا ذکر خدائے تعالیٰ بھی مفصلہ ذیل الفاظ میں فرماتے ہیں:-

إِذْ جَعَلَ الَّذِينَ كَفَرُوا فِي قُلُوبِهِمُ الْحَمِيَّةَ حَمِيَّةَ الْجَاهِلِيَّةِ فَأَنْزَلَ اللَّهُ سَكِينَتَهُ عَلَىٰ رَسُولِهِ وَعَلَى الْمُؤْمِنِينَ وَأَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوَىٰ وَكَانُوا أَحَقَّ بِهَا وَأَهْلَهَا وَكَانَ اللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا .... مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ تَرَاهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا سِيمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِمْ مِنْ أَثَرِ السُّجُودِ (سورۃ فتح رکوع ۳/۱۱ و ۴/۱۲)

جب کہ کافروں نے اپنے دلوں میں پچ کر لی جو کہ جاہلیت کی پچ ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول اور مومنوں پر تسکین اور تسلی اتاری۔ اور انپر تقویٰ کی بات لازم کر دی اور وہ اسکے بہت ہی حقدار تھے۔ اور وہی اسکے اہل ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ ہر ایک چیز کا علم رکھتا ہے۔ .... محمد اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور انکے ساتھ والے ... ... کفار پر سخت ہیں اور آپس میں نرم ہیں تو انکو رکوع و سجود میں پائیگا۔ کہ وہ اللہ تعالیٰ کے فضل اور اسکی رضامندی چاہتے ہیں۔ انکے علامات سجود کے اثر سے انکے چہروں پر ہیں۔

اس حیرت انگیز تبدیلی کا ذکر کرتے ہوئے ڈاکٹر نولڈکی کہتا ہے کہ "بعض واقعات کی بنا پر ہم پیغمبر اسلام کے تعجب خیز اثر کا اندازہ لگا سکتے ہیں منجملہ انکے ایک یہ امر بھی ہے کہ جونہی کسی عرب قوم نے اسلام کی حلقہ بگوشی اختیار کی وہیں اُس نے بدلہ لینے کے ارادوں کو خیر باد کہدیا اور انتقام کے حق سے دست برداری اختیار کی۔ حالانکہ عام طور پر عربوں کا دستور تھا کہ بدلہ لینے یا کم از کم خونبہا وصول کرنے کے حق کو ترک کرنے میں وہ اپنی سخت ہتک تصور کرتے تھے۔" درحقیقت یہ تبدیلی نہایت ہی تعجب انگیز اور بے نظیر تبدیلی تھی اور مسلمانوں کے اس ایثار نے کفار پر ایسا

اسلام کا عظیم الشان معجزہ

اثر کیا کہ وہ نئے مذہب کی طاقت کے قائل ہو گئے اور دین اسلام کی عظمت نے اُن کے قلوب پر اپنا سکّہ بٹھایا۔

اگر ذرا غور سے کام لیا جائے اور اُن شاندار نتائج پر ایک نظر ڈالی جائے، جو دس سے بھی کم برس کے عرصہ میں اسلام نے حاصل کیئے تو یقیناً یہ ماننا پڑتا ہے کہ یہ بے نظیر تبدیلی اسلام کا ایک عظیم الشان معجزہ ہے، اور جو لوگ معجزات دیکھنے کے طالب ہوں اُنکے لیئے یہ معجزہ ہی اسلام کے دوسرے ادیان پر فضیلت رکھنے کا ایک اہم و زبردست ثبوت ہے۔ عربوں کی قبل از اسلام اور بعد از اسلام جو حالتیں تھیں اُس کا نقشہ اللہ تعالیٰ کی کتاب نے نہایت عمدہ الفاظ میں کھینچا ہے اور ایک طالب حق ہر دو حالتوں کا موازنہ کرنے کے بعد اسلام کے اس معجزہ کی عظمت پر صاد کیئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں مومنین کو تاکید فرمائی ہے کہ وہ باہمی متحد القلب ہو جائیں اور مذہب اسلام کی اصل غرض سے آشنا ہوں چنانچہ ارشاد ہوتا ہے

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تُقَاتِهِ وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنتُم مُّسْلِمُونَ ۝ وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا ۚ وَاذْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ كُنتُمْ أَعْدَاءً فَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ فَأَصْبَحْتُم بِنِعْمَتِهِ إِخْوَانًا ۚ وَكُنتُمْ عَلَىٰ شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَأَنقَذَكُم مِّنْهَا ۗ كَذَٰلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمْ آيَاتِهِ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ ۝ وَلْتَكُن مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ ۚ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ۝ وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ

اے ایمان والو! ڈرتے رہو اللہ سے جیسا کہ ڈرنا چاہیئے اور نہ مرو مگر مسلمان اور مضبوط پکڑو رسی اللہ کی سب۔ اور پھوٹ نہ ڈالو اور یاد کرو احسان اللہ کا اپنے اوپر جب تھے تم آپس میں دشمن پھر ڈالی اُلفت تمھارے دلوں میں پس ہو گئے تم اس کے فضل سے بھائی اور تم تھے کنارے پر ایک آگ کے گڑھے کے پھر تم کو نکالا اس سے اس طرح بیان کرتا ہے اللہ تم پر نشانیاں اپنی شاید تم راہ پاؤ اور چاہیئے کہ ہو تم میں ایک جماعت بلاوے نیک کام کی طرف اور حکم کرتے رہیں پسند بات کا اور روکیں ناپسند کو اور وہی لوگ کامیاب ہونے والے ہیں اور مت ہو انکی طرح

تَفَرَّقُوْا وَاخْتَلَفُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْبَيِّنٰتُ ؕ وَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۙ (سورۃ آل عمران ع ۱۱)

جنہوں نے تفرقہ کیا اور اختلاف کرنے لگے بعد اسکے کہ پہنچ چکے ان کو صاف حکم اور انکو بڑا عذاب ہے۔

اسلام کا سیاسی نظام

.... اس طرح قرآن پاک کی اس بے بدل اور مؤثر تعلیم کے طفیل مدینہ میں ایک ایسی حکومت .. .. وجود میں آگئی جس کی بنیادیں یگانگت و قرابت کے تعلقات پر قائم ہونیکی بجائے مذہب کے اصولوں پر اٹھائی گئی تھیں۔ جس کا منصف مخصوص کسی ایک قوم کا سردار یا بزرگ تھا بلکہ خدائے تعالیٰ کا مبعوث کردہ نبی یا رسول تھا۔

اس حکومت .. .. .. کے قوانین ایسے طور پر وضع ہوئے تھے کہ انکی اطاعت کا عہد باندھنے کے ساتھ ہی عربوں کے آتشیں و پرغضب مزاج میں تغیر ہوا اور قصاص لینے کی خونریز اور لمبی لڑائیاں جو قبائل عرب میں آئے دن ہوتی رہتی تھیں اور جن کا باعث انکی جنگجو طبیعت تھی اب یک قلم مفقود ہوگئیں اور اس برادر کش جنگ کی جگہ انکے دل میں اب یہ جوش اور سرگرمی تھی کہ نئی جماعت میں باہمی موانست و محبت اتحاد و یگانگت ترقی کرے۔ قومی تکبر و رعونت اور ایک دوسرے کی حقارت و مذمت کی عادات اپنا اثر زائل کر چکی تھیں۔ قرابت و رشتہ کی نسبت اب مذہبی اخوت کا زیادہ پاس تھا اسلام انکے نزدیک خدائے تعالیٰ کا مذہب تھا اس لئے اسکے احکام خدائے تعالیٰ کے احکام تھے پس انہوں نے احکام الٰہی کی توقیر کرنی شروع کی اور اخوت اسلامی کے جوش ارادت و انبساط میں اپنے تمام سابقہ جدال و عداوتوں کو دل سے نکال دیا۔ اور جس حکم الٰہی کی اطاعت میں انہوں نے یہ قربانی کی اور ذاتی عظمت و بڑائی کو ترک کرکے محض تقویٰ و طہارت کو معیار تکریم و تعظیم ٹھیرایا وہ حسب ذیل ہے:-

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا ؕ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ

(سورۃ الحجرات رکوع ۲)

اے لوگو! تحقیق ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تقسیم کیا تم کو قوموں اور قبیلوں میں تاکہ تم ایک دوسرے کی شناخت کرسکو تحقیق اللہ کے نزدیک تم میں سے معزز وہی ہے جو متقی ہے۔ تحقیق اللہ جاننے والا اور خبر رکھنے والا ہے۔

اسلامی حکومت کا تمیزی قانون مساوات تھا۔ اگر کسی ادنیٰ قبیلہ کا ایک شخص اسلام اختیار کرتا تو اُسکو بھی اُنہی حقوق کا مستحق سمجھا جاتا جنکے دعویدار قریش تھے۔ اور اس سے بھی بڑھکر یہ کہ غلام بھی اسلام اختیار کرنے کے بعد بھائی سمجھے جاتے اور اس حکومت اسلامی کے اعلیٰ ترین اراکین بھی اسکے ساتھ بیٹھکر کھانا کھانے میں اپنی ہتک عزت نہیں سمجھتے تھے۔ عباد تگاہوں میں امیر و غریب۔ اعلیٰ و ادنیٰ۔ شہزادہ و دہقان کی تمیز نہ تھی۔ مکّہ کا مالدار سوداگر۔ اور صحرائے عرب کا خانہ بدوش بدوی ایک ہی صف میں پہلو بہ پہلو کھڑے ہوتے تھے اور وحدہٗ لاشریک خدا کے سامنے جبین نیاز رگڑتے تھے یہی اخوّت اسلامی تھی کہ جسکے باعث اسلام عالمگیر مذہب ہوا۔ اور اِس میں اس مذہب کی جلد توسیع اور ایک زبردست طاقت ہونے کے راز مضمر ہیں۔

مساوات کی یہ تعلیم بالعموم اور خصوصاً عربوں کے لیئے ایک برکت ثابت ہوئی۔ کل کے دشمن آج دوست بنگئے۔ صدیوں سے ایکدوسرے کے خون میں ہاتھ رنگنے والے محبت و پیار سے مصافحہ کرنے لگے۔ جن سینوں میں سالہا سال سے کینہ کے کھوٹے درہم و دینار مدفون تھے اب اُنسے اسلام کے سنگِ پارس کی مس کے باعث قیمتی سکّوں کی چھنکار کا آوازہ ہونے لگا۔ متفرق قبائل ایک قوم بنکر باہمی شیر و شکر ہوگئے اُنکے خیالات اُنکی اغراض اُنکے مقاصد و ارادے متحد ہو گئے اُن سب کا ایک مطمع نظر ہوگیا۔ اور اُن سب نے ملکر مخلوقِ خدا کی بہتری و بھلائی اور بحالی امن کے لیئے اپنی متحدہ کوششوں کو صرف کرنا شروع کردیا۔ اللہ تعالیٰ کی کتاب نے اس اتحاد و اتفاق کے وقت اندرونی و بیرونی تعلقات کی باقاعدگی اور باضابطگی کے لیئے جو قانون دیا اُس میں بھی قبائل کی سابقہ کشمکش کے اعادہ سے باز رہنے کی ہدایت فرمائی اور اس مخاصمت و معاندت کے مضر اثرات کو آگ سے تشبیہ دیکر اسکے بجھانے میں ساعی رہنے کا ارشاد فرمایا اور اس کا اثر یہ ہوا کہ سرزمین عرب میں پہلی مرتبہ شورش کی بجائے امن قائم ہوا اور تہذیب و تمدن کی ترقی کو ممکنات میں آنے کا موقعہ ملا۔

اب ملاحظہ ہو کہ ہمیں اسلامی حکومت کے قوانین حکیم و علیم مقنن نے کس طرح وضع فرمائے ہیں ارشاد ہوتا ہے۔

يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْٓا اَنْ تُصِيْبُوْا

اے لوگو! ایمان والو! اگر تمھارے پاس کوئی فاسق خبر لیکر آوے تو تحقیق کر لو ایسا نہ ہو کہ

قَوْمًا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوْا عَلٰى مَا فَعَلْتُمْ
نٰدِمِيْنَ ۝ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ فِيْكُمْ
رَسُوْلَ اللّٰهِ ؕ لَوْ يُطِيْعُكُمْ فِيْ
كَثِيْرٍ مِّنَ الْاَمْرِ لَعَنِتُّمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ
حَبَّبَ اِلَيْكُمُ الْاِيْمَانَ وَزَيَّنَهٗ فِيْ
قُلُوْبِكُمْ وَكَرَّهَ اِلَيْكُمُ الْكُفْرَ
وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْيَانَ ؕ اُولٰٓئِكَ
هُمُ الرّٰشِدُوْنَ ۝ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ
وَنِعْمَةً ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝ وَاِنْ
طَآئِفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا
فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا ۚ فَاِنْ بَغَتْ اِحْدٰىهُمَا
عَلَى الْاُخْرٰى فَقَاتِلُوا الَّتِيْ تَبْغِيْ حَتّٰى
تَفِيْٓءَ اِلٰٓى اَمْرِ اللّٰهِ ۚ فَاِنْ فَآءَتْ
فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَ
اَقْسِطُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ۝
اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَ
اَخَوَيْكُمْ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ
تُرْحَمُوْنَ ۝ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا
لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰٓى اَنْ
يَّكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ ۚ وَلَا تَلْمِزُوْٓا اَنْفُسَكُمْ
وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ ؕ بِئْسَ الِاسْمُ
الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِيْمَانِ ۚ وَمَنْ
لَّمْ يَتُبْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝

ایذا پہنچاؤ تم کسی قوم کو جہالت کے ساتھ
(یعنی بے علمی کے ساتھ) تو پھر تم اپنے کیئے پر
نادم ہو جاؤ۔ اور جان لو کہ تم میں اللہ کا رسول
ہے۔ اگر وہ باتوں کے کثیر حصے میں تمہاری
اطاعت کرے (یعنی تمہاری بات مانے) تو ضرور
تم دکھ میں پڑو اور لیکن پیارا کیا ہے اللہ نے
تمہاری طرف ایمان کو اور زینت دی ہے اسکو
تمہارے دلوں میں۔ اور مکروہ کیا......
تمہاری طرف کفر کو اور فسق کو اور نافرمانی کو۔ یہی لوگ
ہیں ہدایت پانیوالے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے فضل و نعمت
کیوجہ سے۔ اللہ جاننے والا حکمت والا ہے۔ اور مومنوں میں سے
دو گروہ آپسمیں لڑ پڑیں تو ان دونوں کے درمیان صلح کرا دو
پس اگر ان دونوں میں سے ایک دوسرے پر بغاوت کرے
(سرکشی کرے) تو جو سرکشی کرتا ہے اس سے لڑو۔ یہانتک کہ وہ
اللہ کے حکم کی طرف لوٹ آوے۔ پس اگر لوٹ آوے تو
عدل کے ساتھ ان دونوں کے درمیان صلح کر دو۔ اور انصاف
کرو۔ تحقیق اللہ انصاف کرنیوالوں سے محبت کرتا ہے یقیناً
مومن بھائی ہیں پس اصلاح کر دو اپنے بھائیوں کے درمیان۔
اور اللہ سے ڈرو تاکہ رحم کیئے جاؤ۔ اے ایمان والو کوئی
قوم کسی قوم سے ٹھٹھا نہ کرے۔ ہو سکتا ہے کہ وہ انسے بہتر ہوں
اور نہ کوئی عورت کسی عورت سے ٹھٹھا کرے ہو سکتا ہے کہ وہ انسے
بہتر ہوں۔ اور مت عیب لگاؤ اپنے نفسوں کو اور نہ بدنام کرو بُرے
لقبوں کے ساتھ برا نام ہے فسق (بدکاری) ایمان کے بعد اور جو لوگ

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا
مِّنَ الظَّنِّ ۗ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ وَّ
لَا تَجَسَّسُوْا وَلَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ
بَعْضًا ؕ اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ
يَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ ؕ
وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ
رَّحِيْمٌ ۝ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا
خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى
وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ
لِتَعَارَفُوْا ؕ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ
اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ
خَبِيْرٌ ۝ (سورہ الحجرات رکوع اول و دوم)

توبہ نہ کریں تو وہی لوگ ظالم ہیں۔ اے ایمان والو! بہت ساری گمانوں سے بچو۔ کیونکہ بعض ظن گناہ ہوتے ہیں اور نہ جاسوسی کرو اور نہ تم ایک دوسرے کی غیبت کرو۔ کیا کوئی تم میں سے پسند کرتا ہے کہ وہ اپنے مُردے بھائی کا گوشت کھاوے پس ناپسند کرو گے تم اسکو۔ اور اللہ سے ڈرو اللہ توبہ قبول کرنیوالا مہربان ہے۔ اے لوگو! ہمنے تمکو مرد اور عورت سے پیدا کیا اور بنایا ہم نے تم کو کنبے اور قبیلے تاکہ ایک دوسرے کو پہچانو۔ بے شک بہت بزرگ تم میں سے اللہ کے نزدیک وہ ہے جو تم میں زیادہ پرہیزگار ہے بے شک اللہ جاننے والا خبردار ہے۔

یہ سیاسی اصول تھے جنپر اسلام کے ضابطہ سیاست کی بنا رکھی گئی تھی۔ اب ہر شخص جو آیات مذکورہ کا بغور مطالعہ کرے دیکھ سکتا ہے کہ اسلام کے اصول جمہوریت کا انداز اپنے اندر رکھتے ہیں انکے رُو سے افرادی و اجتماعی آزادی بحال رکھی گئی ہے۔ محکوم افراد کی ذات و اموال کی حفاظت کا انتظام کیا گیا ہے۔ اور تہذیب و تمدن کی ترقی و رونق کے سامان مہیا کیئے گئے ہیں یا دوسرے الفاظ میں بقول ایک فاضل اہل قلم یوں کہا جاسکتا ہے کہ اسلام نے "اُن لوگوں کو جو فاتح کا مذہب اختیار کر کے مسلمان ہو گئے فاتحین کے برابر حقوق عطا کیئے اور جو مفتوح ہو کر محض رعایا بننے پر راضی ہوئے اُن کو شہریت کی حفاظت کے تمام حقوق سے متمتع کیا گیا" اس حکومت کے قوانین کے ماتحت ٹیکس کم کر دیئے گئے اور تجارت کیلیئے آزادی و سہولتیں بہم پہنچائی گئیں۔ بہت سی قدیم مگر انسانیت سے معرّا اور مجرمانہ رسوم کا قلع قمع کیا گیا۔ لڑکیوں کو زندہ گاڑنے کی مذموم رسم کو بند کیا گیا غلاموں کی تجارت کا سد باب کرنیکے لیئے زبردست تدابیر اختیار کی گئیں۔ زنا کی ممانعت اور ماں۔ بہن۔ بیٹی وغیرہ قریبی رشتہ داروں سے

تعلقات زن وشوئی کی رکاوٹ کے احکام جاری کیئے گئے انکے ساتھ ہی طہارتِ قلب اور صفائی جسم اور اعتدال سے زندگی بسر کرنے کی بھی تعلیم دیگئی ۔

معزز ناظرین! اگر آپ یہ دیکھنا چاہیں کہ اصلاحاتِ محولہ بالا کن احکام کے ماتحت عمل میں آئیں تو آپ اپنے تصور میں مکہ کی ایک گلی کا نقشہ کھینچیں اور اس گلی میں ایک خدا کے پیارے بندے کو اپنے چند مخلصین کے سامنے کھڑا ہو کر وعظ و نصائح میں مشغول خیال کرلیں۔ ایسا تصور کرنے کے بعد پھر ہم سے سُن لیں کہ ایک موقعہ پر حضرت شارع اسلام صلعم نے اپنے چند مخلصین کو جو مدینہ سے مکہ میں آئے تھے علیحدہ لیجا کر پہلے تو حسب عادت قرآن کریم کی چند آیات سنائیں اور اُسکے بعد مفصلہ ذیل وعظ فرمایا۔ "میرے سامنے عہد کرو کہ تم ایک خدا کے سوا اور کسی کو معبود نہ بناؤ گے۔ چوری نہ کرو گے۔ زنا نہ کرو گے۔ اپنے بچوں کو قتل نہ کرو گے۔ کسی شخص پر بہتان نہ باندھو گے۔ اور عہد کرو کہ تم امر معروف میں میری اطاعت کرو گے"

اسلام کا پہلوئے معاشرت

سیاست کے بعد ہم اسلام کے پہلوئے معاشرت کو لیتے ہیں اور دکھاتے ہیں کہ اس پاک مذہب کی تعلیم نے دنیا میں کیا تغیر پیدا کیا اور اس پر عمل پیرا ہونے سے کیسے کیسے نیک نتائج مترتب ہوئے۔ گو مسٹر لین پول نے اسلام کے پہلوئے معاشرت پر اعتراض کیا ہے اور کہا ہے "جہانتک معاشرت کا تعلق ہے اسلام اس پہلو سے ناکام ثابت ہُوا ہے" لیکن باوجود اس اعتراض کے (جو ہماری سمجھ میں ناواقفیت کا نتیجہ ہے) صاحب موصوف کو مجبوراً مفصلہ ذیل کلمات لکھنے پڑے ہیں "اس میں شک نہیں کہ مسیحیت کو ایک دینی تحریک کہنے کی بجائے معاشرتی تحریک کے نام سے موسوم کرنا زیادہ موزوں ہوگا۔ مگر باوجود معاشرتی تحریک ہونے کے اس کے قواعدِ معاشرت اسقدر غیر متعین اور ایسے سخت ناقابل عمل ہیں کہ اس مذہب کے پیروان کا حصہ کثیر ان پر عمل نہیں کرسکتا۔ اسلام اس لحاظ سے خوش قسمت ہے کیونکہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے نہ صرف ایک مذہب کی بنیاد ڈالی بلکہ آپنے ایک ایسا مکمل سلسلہ معاشرت بھی قائم کیا جس میں انسانی زندگی کے ہر شعبہ کے لیئے مفصل ہدایات موجود ہیں اور انپر عمل پیرا ہونے والوں کے لیئے انعام اور انکی خلاف ورزی کرنیوالوں کے لیئے سزائیں مذکور ہیں" اس اعتراف حقیقت کے بعد ہمارے فاضل معترض نے ہم کو

مشورہ دیا ہے کہ "اگر اسلام زمانہ مستقبل میں فائدہ رسانی کے لیئے ایک طاقت بننا چاہے تو اس امر کی سخت ضرورت ہے کہ مذہب سے قوانین معاشرت کو علیحدہ کر دیا جائے"

ہمارے فاضل معترض نے جو راستہ تجویز کیا ہے وہ مسیحیت کے لیئے مفید ہو تو ہو مگر ہمارے لیئے وہ سخت مضرت رساں اور ہلاکت کی راہ ہے کیونکہ اسلام کے دینی و معاشرتی پہلوؤں کا اس قدر باہمی تعلق اور ربط ہے کہ ایک کو نقصان پہنچنے کے بغیر دوسرا جدا نہیں ہو سکتا۔ پھر ہم یہ تسلیم کرنے کے لیئے تیار نہیں کہ دینی و معاشرتی پہلوؤں کا باہمی ربط و پیوست اسلام کی کمزوری پر دال ہے۔ بلکہ ہمارا ایمان ہے کہ حق اسلام کی طرف ہے۔ اور جو مذہب انسان کی اُسکے اخلاق و عادات و معاشرت کے معاملات میں رہنمائی نہیں کرتا وہ کامل مذہب کہلانے کا مستحق نہیں۔ مسٹر لین پول کے خیال میں مذہب کا واسطہ محض انسان و خدا کے تعلقات تک ہے مگر مشرقی دنیا میں مذہب اُس مکمل ضابطہ قوانین کا نام ہے جو نہ صرف انسان و خدا کے باہمی تعلقات بتاتا ہے بلکہ اُن تعلقات پر بھی روشنی ڈالتا ہے۔

قرآن کریم اُن اوصاف حسنہ کے تحصیل کرنے کی ہدایت فرماتا ہے جو انسان کے اخلاق کی زینت و زیبائش ہیں اور نہایت زور سے تاکید فرماتا ہے کہ رفاقت و موانست۔ اخلاص و الفت سخاوت وجود۔ مہمان نوازی۔ عفو۔ انصاف پسندی خوش معاملگی۔ بڑوں کی عزت۔ چھوٹوں پر شفقت۔ عورتوں کا لحاظ۔ یتامیٰ کی خبر گیری۔ بیماروں کی عیادت۔ مساکین و غربا کی اعانت وغیرہ عادات و اوصاف حسنہ کو اپنی طبیعت کا جزو ثانی بنائیں۔ ان اوصاف کے کسب کرنے کی جسقدر تاکید اللہ تعالیٰ کی کتاب قرآن کریم میں ہے اسکی نظیر کسی اور کتاب میں تلاش کرنا بے سود ہے اور اسلام کے نکتہ چینوں نے اہل اسلام کا ذکر کرتے وقت اخلاق و اوصاف کے محض اُس پہلو کا تذکرہ کیا ہے جسے مردانہ یا شجاعانہ خوبیاں کہنا چاہیئے چنانچہ جس شخص نے بھی تعریف کے رنگ میں اسلام کا ذکر کیا ہے اُس نے مسلمانوں کے صبر۔ بردباری۔ خطرہ کی حالت میں راست گوئی اور جرأت و شجاعت کی داد دی ہے گو یہ بات بھی صحیح ہے اور اسمیں شک نہیں کہ اسلام نے اپنے متبعین میں ان خوبیوں کو پیدا کیا خود پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ان تمام خوبیوں کو اپنے وجود باجود میں پیش کیا۔ مگر قابل افسوس یہ امر ہے کہ معترضین اوصاف حسنہ

کے دوسرے پہلو یعنی نازک خوبیوں یا خوبصورت اخلاق کا قطعاً ذکر نہیں کرتے حالانکہ مقدس اسلام جہاں مردانہ اوصاف کی مدح کرتا ہے وہاں نازک اخلاق کی تحصیل پر بھی مساوی زور دیتا ہے اللہ تعالےٰ کی پاک کتاب بے تواتر و تکرار کے ساتھ - حیا - نیک سلوک - سخاوت و عفو کی تاکید فرماتی ہے - ان اوصاف کا ذکر نہ صرف قرآن کریم میں ہے بلکہ حضرت نبی کریم صلعم اور آپ کے صحابہؓ کی پاک زندگیاں ان احکام الٰہی کا ایسا نمایاں عملی نمونہ ہیں کہ اسلام کو بآسانی تمام محبت کا مذہب کہا جا سکتا ہے۔

اسلام رحم و رافت سکھاتا ہے

اس مذہب نے جو خدا پیش کیا ہے وہ پہلے ربّ العالمین رحمٰن و رحیم اور بعد میں مالک یوم الدین ہے گویا اسلام کی تعلیم میں رحم کو انصاف سے مقدم رکھا گیا ہے - پھر فرمایا ہے۔ ھُوَ العزیز الغفور (سورہ ملک رکوع ۱) عذابی اصیب بہ من اشاء ورحمتی وسعت کل شیٔ (اعراف رکوع ۱۹)

(ترجمہ) وہ زور والا اور عفو کرنے والا ہے + میرا عذاب صرف اسی کو پہنچیگا جسکی نسبت میرا منشاء ہوگا مگر میری رحمت تمام اشیاء پر حاوی ہے۔

پھر حضرت شارع اسلام علیہ التحیات و السلام کو قرآن کریم میں رؤف (نرم دل) رحیم (رحم کرنے والا) اور رحمة للعلمین (تمام جہانوں کے لئے رحمت) کے القاب سے مخاطب کیا گیا ہے اور اِس رحم مجسم وجود باجود نے بھی ہر موقعہ پر اور ہمیشہ شفقت علیٰ خلق اللہ کا ہی وعظ کیا اور اپنے پیرووں کو اخوت و مساوات کا سبق پڑھایا چنانچہ ایک حدیث میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ کیا تم جانتے ہو جب تم اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہوگے تو وہ تم کو کس طرح پہچانے گا؟ یاد رکھو وہ تم کو بچوں کی الفت - رشتہ داروں اور پڑوسیوں سے محبت اور ہم جنسوں پر شفقت کرنیکی اوصاف سے شناخت کریگا۔

اب اس حدیث سے صاف واضح ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بنی نوع انسان کے ساتھ ہمدردی و شفقت کا برتاؤ رکھنے کا کسقدر خیال تھا - آپ ہمیشہ لوگوں سے نیک سلوک کرتے اُنکے جذبات محسوسات کا خیال رکھتے: بیویوں سے محبت کرتے - ملازمین کے ساتھ مہربانی کا برتاؤ رکھتے - آپ کو خصوصیت سے چھوٹے بچوں سے اُنس تھا اور بچوں کو سرزنش

کرنے کے لیئے آپ چھڑی کا استعمال ناپسند فرماتے اور مخلوقِ خدا سے اُنس کا یہ عالم کہ بے زبان جانوروں تک سے رحم کا برتاؤ کرنے کی تاکید آئی ہے۔ غرض یہ کہ اسلام اسکی تعلیم اور اسکا معلم سلامتی و امن کی تعلیم دیتے ہیں۔

نتیجۂ تعلیم

اور اس تعلیم کا ہی نتیجہ تھا کہ عرب کی ایک مُدّت قلیل کے اندر کایا پلٹ گئی اور اس وحشی قوم کے اخلاق و معاشرت میں ایک نمایاں تغیر واقع ہُوا۔ اسلامی مؤرخین نے اسلام کے ابتدائی شیدائیوں کی تکالیف و مصائب اور انکے عزیز تنگ آکر مجبوراً ترک وطن کرنے اور ملک حبش میں پناہ لینے کا تذکرہ کرتے وقت ایک ایسا واقعہ قلمبند کیا ہے جو اسلام کے تغیر پیدا کرنے والے اثر کی تشریح اور عربوں کے اخلاق و معاشرت میں اسلام کی وجہ سے جو بے نظیر تبدیلی واقع ہوئی اُس کی مختصر تفسیر ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ جب مسلمان مہاجرین سے شاہ حبش نے پوچھا۔

تقریر حضرت جعفرؓ دربار نجاشی میں

"وہ کونسا دین ہے جو تم نے اختیار کیا جسکی وجہ سے تم نے اپنی قوم کے دین کو بھی ترک کر دیا اور ہمارے دین مسیحی کو بھی اختیار نہیں کیا" تو مہاجرین مسلمین کی جماعت میں سے جعفر ابی طالب (حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے بھائی) کھڑے ہوئے اور انہوں نے جواب میں تقریر کی۔

"اے بادشاہ! ہم ایک وحشی قوم تھے۔ بتوں کو پوجتے تھے۔ مردار کھاتے تھے فواحش میں مبتلا تھے۔ قطع رحم اور قمار بازی ہمارا شیوہ تھا۔ اور ہم میں سے ہر قوی ضعیف کو تباہ کر دیتا تھا۔

یہ حالت تھی کہ رحمت الٰہی جوش میں آئی اور خدا نے ایک مقدس رسول ہماری طرف بھیجا جو ہم ہی میں کا ایک فرد تھا۔ جسکے نسب کی بزرگی۔ خصائل کی پاکیزگی۔ اخلاق حسنہ کی عظمت کا ہم میں سے ہر شخص کو علم اور اعتراف ہے۔ پس وہ آیا اور اُس نے اللہ کی طرف ہم سب کو دعوت دی۔ کہ اسکی یگانگت کا اقرار کریں۔ اس کے آگے جبینِ نیاز جھکائیں۔ اسکے سوا اُن سب معبودان باطل کو چھوڑ دیں۔ جنکی جہل و نادانی سے ہم اور ہمارے آباؤ اجداد پوجا کرتے آئے ہیں۔ اس نے ہم کو حکمت و دانائی کی تعلیم دی۔ اچھے کاموں کا حکم دیا۔ اُس نے بتلایا کہ سچائی کو اختیار کرو۔ کسی کی امانت لو تو ادا کر دو۔ اپنے اعزّا و اقارب کے حقوق کو نہ بھولو۔ ہمسایہ کے

ساتھ بھلائی کرو۔ فواحش کے نزدیک نہ جاؤ۔ انسان کا خون نہ بہاؤ۔ فتنہ و فساد سے بچو۔ یتیموں کا مال نہ کھاؤ۔ کسی پر تہمت نہ لگاؤ۔ صرف اللہ ہی کی پرستش کرو۔ پانچ وقت نماز ادا کرو۔ اپنے مال میں فقرا کا بھی ایک حصہ سمجھو۔ اور اسی طرح اور تمام برائیوں سے بچنے اور بھلائیوں کے اختیار کرنے کی طرف اس نے ہم سب کو بلایا۔

یہی دین جدید ہے جسکو وہ لیکر آیا اور یہی تعلیم ہے جسکے لیئے ہم نے اپنی قدیمی بت پرستی اور جہالت و نادانی کو خیرباد کہا۔ اسپر ہماری قوم ہماری دشمن ہو گئی اور ہم پر طرح طرح کے ظلم و ستم کرنے لگی۔ یہاں تک کہ ہم پر عرصۂ حیات تنگ ہو گیا اور بے بس ہو کر ترک وطن پر مجبور ہو گئے۔ پھر بھی ہم کو چین سے اللہ کی بندگی کرنے کی مہلت نہیں ملتی۔ اور اے بادشاہ حبش! یہ لوگ یہاں بھی پہنچ گئے ہیں تاکہ ہم کو پھر وہاں لیجائیں اور پتھر کی پوجا چھڑا کر آسمان و زمین کے مالک کی پرستش کرنے کا ہم سے انتقام لیں۔"

محولہ بالا سطور جو سیرۃ ابن ہشام برحاشیہ زادالمعاد جزو اول صفحہ ۱۸۰ پر مذکور ہیں کسی تشریح کی محتاج نہیں ان میں بڑی صفائی کے ساتھ ظاہر کیا گیا ہے کہ

سرولیم میور

اسلام نے دنیا کے ضوابط معاشرت میں ایک تغیر عظیم پیدا کیا اور اس طرف بھی قابل تعریف اصلاح کی۔ چنانچہ سرولیم میور کے معترض قلم کو بھی مجبوراً مفصلہ ذیل کلمات لکھنے پڑے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں "مسیحیت نے اپنے اوائل ایام میں دنیا کو نیند سے بیدار کر کے روحانیت کی طرف توجہ دلائی تھی مگر اس وقت کے بعد لوگوں نے ویسی روحانی بیداری مشاہدہ نہیں کی تھی ...... ہجرت سے ۱۳ برس قبل مکہ بلحاظ اپنی اخلاقی حالت کے ایک مردہ جسم کے مشابہ تھا۔ اس ۱۳ برس کے زمانہ میں کیا تغیر ہوا؟ اس کا جواب سنیئے کئی سو لوگوں کے ایک گروہ نے بت پرستی سے اظہار نفرت کیا اپنے سابقہ معبودوں کی عبادت ترک کر کے خدائے واحد کی پرستش اختیار کی۔ اور جس آواز کو وہ خدائے تعالیٰ کا کلام تصور کرتے تھے اسکے سامنے سر تسلیم خم کر دیا۔ قادر مطلق خدا کے سامنے جوش و تواتر کے ساتھ دعا کرنے کے عادی ہو گئے اپنے گناہوں کی معافی کے لیئے اسکے رحم پر بھروسہ کرنے لگے اور نیک کاموں مثلاً زکوٰۃ۔ طہارت۔ اور انصاف پر کاربند ہونے میں ساعی

ہوئے - اب وہ ہر وقت خیال کرتے تھے کہ خدائے تعالیٰ حاضر و ناظر ہے اور اُنکے چھوٹے سے چھوٹے عمل پر نظر رکھتا ہے - وہ ایمان رکھتے تھے کہ قدرت نے جو کچھ بھی عطا کیا ہے - زندگی کے جسقدر بھی تعلقات ہیں - معاملات کی انفرادی ہو یا اجتماعی خواہ کیسی بھی صورت حال ہو یہ سب اللہ تعالیٰ کے دست تصرف میں ہے - محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی نسبت اُنکو یقین تھا کہ وہ اُنکے رہنما اور خدائے تعالیٰ کے رسول ہیں - نئی امیدوں کا پورا ہونا اُنکی ذات سے وابستہ ہے اسلیئے وہ اس رسول کی اطاعت و فرمانبرداری کو نہایت خلوص قلب سے بجالاتے تھے"

اسلام میں عورت کی حیثیت

ایک اعتراض اور اس کا جواب

معترضین کا قول ہے کہ معاشرت کے پہلو سے اسلام ناکام رہا ہے اور اس ناکامی کی وجہ اُنکے نزدیک یہ ہے کہ "اس مذہب نے مرد و عورت کے تعلقات کو کما حقہ شناخت نہیں کیا ...... عورتوں کو ذلیل کیا اور اس ذلت کا نتیجہ یہ ہُوا کہ مسلمانوں کی اولاد نسلاً بعد نسلٍ بدکاری و بدمعاشی میں ترقی کرتی گئی نوبت باینجا رسید کہ اب اس گندگی تہ کو پہنچنا بھی محال ہو گیا ہے" اب اس اعتراض کے الفاظ کو دیکھنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ معترض نے اعتراض کرنے میں الفاظ بھی سخت استعمال کیئے ہیں - اور الفاظ کی سختی ہمیں مجبور کرتی ہے کہ ہم اعتراض پر نہایت محققانہ رنگ سے غور کریں اور دیکھیں کہ آیا معترض کا قول خلاف واقعہ ہے یا اسلام نے ہی مرد و عورت کے تعلقات کو شناخت نہیں کیا اور اس طرح عورت ذات کی بے حرمتی کی ہے -

ہمارا علم ہماری واقفیت اور ہمارا غور و خوض ہمیں اس نتیجہ پر پہنچاتا ہے کہ اسلام پر نکتہ چینی کرنیوالے لوگوں میں بہت کم ایسے ہونگے جنہوں نے قرآن کریم میں سے اس تعلیم کا مطالعہ کیا ہو جسمیں عورتوں کے حقوق و حیثیت کا ذکر ہے پھر ہمیں یقین ہے کہ ان معترضین میں سے شاید ہی کوئی ایسا ہوگا جس نے قرآن کریم کی بہترین تفسیر یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سوانح کا مطالعہ کیا ہو -

پس یاد رکھنا چاہیئے کہ یہ معترضین کے علم و واقفیت کا نقص ہے کہ وہ اعتراض کرتے ہیں ورنہ اسلام کی تعلیم پر کوئی اعتراض نہیں ہمیں تو تعجب آتا ہے کہ لوگوں کو کس طرح ایک ایسے مسئلہ پر اعتراض کرنے کی جرأت ہوئی جس کی نسبت اسلامی تعلیم کی روش بالکل صاف اور صریح ہے - اور جس میں

کسی غلطی یا غلط فہمی کا امکان نہیں دکھائی دیتا۔

دراصل بات یہ ہے کہ یورپ کے معترضین نے اپنی رائے کی بنیاد ذاتی تحقیقات پر نہیں رکھی بلکہ اُنکے معلومات کا ذریعہ محض وہی کتابیں رہی ہیں جو پیشہ ور سیّاحاں کرہ زمین یعنی مسیحی پادریوں کے خیالات تعصب آمیز کا نتیجہ ہیں۔ ان لوگوں نے لفظ حرم کو۔ جس کے معنی خواتین کا کمرہ ہے۔ عیاشی وعیش پرستی کی جگہ خیال کیا ہے اور اس خیال نے دشمنانِ اسلام کی غلط تشریحات اور قرآن کریم کی آیات کے غلط معانی سے اور تقویت پکڑ لی اور اسقدر طاقتور ہوگیا ہے کہ اسلام کے مغربی معترضین کا ایک طبقہ اعتراض کرتے وقت منطق و معقول کو جواب دے بیٹھتا ہے اور کوئی لاکھ ان اعتراضات کی تردید کرے اور اسکو ناواقفیت پر محمول بتائے مگر اس کی شنوائی مشکل ہوتی ہے۔

عورتیں لباس ہیں

قرآن کریم میں عورتوں کی نسبت اللہ تعالیٰ نے نہایت خوبصورتی سے فرمایا ہے هن لباس لکم وانتم لباس لهن۔ یعنی عورتیں تمھارا اور تم عورتوں کا لباس ہو۔ اب جائے تعجب ہے کہ بعض حلقوں میں اس محکم اور بیّن آیت کے مفہوم کو بھی محل اعتراض بنایا گیا ہے حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ اس آیت میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے ایک لطیف مثال کے ذریعہ فرقہ اناث کی اعلیٰ حیثیت کو قایم کیا ہے اور حوّا کی بیٹیوں کو ذلیل سمجھنے والوں کے لئے ایک پُر مغز نصیحت فرمائی ہے۔ واضح رہے کہ جونہی لباس کا لفظ قُوّت سامعہ کے ذریعہ قُوّت متخیلّہ کے حضور پیش ہوتا ہے وہیں خیالات کا ایک نہایت دلچسپ نقشہ تصوّر میں آجاتا ہے۔ اور انسان ذرا سے غور کے ساتھ یہ خیال کرنے لگتا ہے کہ جس طرح لباس کا کام برہنہ پن کو ڈھانپنا ہے اسی طرح میاں بیوی کے لیئے اور بیوی میاں کے لیئے بمنزلہ لباس ہے اور میاں بیوی کے تعلقات ہوجانے سے وہ ایک دوسرے کی عفت و ناموس کے محافظ ہوجاتے ہیں۔ جس طرح لباس جسم کو آرام دیتا ہے اسی طرح میاں بیوی کا ساتھ ایک دوسرے کیلیئے آرام و آسائش کا موجب ہوتا ہے۔

لباس کے اِس ظاہری معنی کے علاوہ اس لفظ کا ایک اور لطیف و پُر روحانیت مفہوم بھی ہے جسکے سمجھنے کے لیئے قرآن کریم کی مفصلہ ذیل آیت کا جاننا ضروری ہے فرمایا یٰبنی آدم قد انزلنا علیکم لباسًا یواری سوأتکم وریشًا ولباس التقوٰی

Digitized by Khilafat Library

ذٰلك خيرٌ ذٰلك من اٰيٰت الله لعلهم يذّكّرون - ترجمہ - اے آدم کی اولاد! تحقیق ہم نے تمہارے لیئے لباس اُتارا ہے تاکہ وہ تمہاری برہنگی کو ڈھانپے اور تمہارے لیئے زینت کا کام دے لیکن تقویٰ کا لباس بہترین لباس ہے۔ اور یہ اللہ تعالیٰ کا ایک نشان ہے تاکہ انسان اسپر غور کرے۔

پھر ایک اور مقام پر شیطان کے داؤں سے بچنے کی ہدایت فرماتے ہوئے ارشاد ہوتا ہے۔ يٰبني اٰدم لا يفتننكم الشيطٰن كما اخرج ابويكم من الجنة ينزع عنهما لباسهما ليريهما سواٰتهما (سورہ اعراف رکوع ۳)

ترجمہ - اے اولاد آدم! ایسا نہ ہو کہ شیطان تم کو گمراہ کر دے جیسا کہ اُس نے تمہارے والدین کو جنّت سے نکالدیا تھا اُنکے لباس کو اُسے چھین لیا تھا تاکہ اُنپر اُنکا برہنہ پن ظاہر کرے۔ پس لباس سے مراد نہ صرف ظاہری لباس ہے بلکہ پرہیز گاری و طہارت قلب کا لباس بھی مراد ہے۔ اور کون نہیں جانتا کہ یہ آخری لباس میاں بیوی کے تعلقات سے ہی کامل ہوتا ہے۔ کاش کہ لوگ قرآن کریم کی لطیف تمثیل کو سمجھتے اور شیطان کو لباسِ تقویٰ کے چھین لینے کا موقعہ نہ دیتے۔

الرّجال قوّامون

ایک اور آیت کریمہ ہے جسکے معنوں کو بگاڑ کر محل اعتراض بنایا گیا ہے۔ اور وہ یہ ہے :- الرّجال قوّامون على النساء بما فضل الله بعضهم علىٰ بعض و بما انفقوا من اموالهم فالصّٰلحٰت قٰنتٰت حٰفظٰت للغيب بما حفظ الله -

اس آیت مجید میں لفظ قوامون سے بعض معترضین نے یہ غلط نتیجہ نکالا ہے کہ اسلام میں عورت کی بہت ادنیٰ حیثیت ہے۔ اُسے مرد کا محکوم بنا کر مرد کی ظالمانہ حکومت کو اسپر جائز رکھا ہے اور یہ کہ عورت کو سوائے اسکے چارہ نہیں کہ مرد کے خود غرضانہ احکام کی بلا چون وچرا تعمیل کرے۔

یہ تو تھا دشمنان اسلام کا اعتراض۔ مگر دشمن اعتراض کریں تو کریں یہاں تو تعجب بعض نادان دوستوں پر ہے جن میں سے بعض نے اللہ تعالیٰ کے کلام کو اپنی مرضی کے ماتحت کر کے وہ معنی کیئے ہیں جو صراحتہً منشائے آیت کے خلاف ہیں اور بعض نے دشمن کے اعتراض کو اور تقویت دینے کے لیئے اس آیت کی وہ تشریح و توضیح کی ہے جو اُنکے اپنے دماغ کا فکر و نتیجہ ہے اصل آیت کے مفہوم کا اُس سے بہت کم تعلق ہے۔

ہمارے نزدیک اس آیت کے معنی کرنے میں نہ کسی لمبی تاویل کی ضرورت اور نہ ایچ پیچ کی احتیاج۔ بات بالکل صاف ہے اور خدائے علیم و قدیر نے اپنے علم و حکمت کی بنا پر فرمائی ہے عورتیں کمزور ہیں اور یقیناً اُنکے قویٰ کی وہ حالت نہیں جو مرد کے قویٰ کی ہے اس لیئے مذکر و مؤنث میں سے جو جنس کمزور ہو اُسپر لازم ہے کہ اطاعت و عفت کو اپنا شعار بنائے۔

ہماری سمجھ میں تو اس آیت پر حاشیہ چڑھانے کی چنداں ضرورت نہیں کیونکہ اس کا ترجمہ بجائے خود واضح ہے۔ مسٹر راڈول نے اس کا ترجمہ اس طرح کیا ہے "مرد عورتوں پر فوقیت رکھتے ہیں بوجہ اُن اوصاف کے جو خداوند تعالیٰ نے بعض کو بعض سے زیادہ دے رکھے ہیں اور بوجہ اُس خرچ کے جو وہ اپنے سرمایہ سے اُنکے لیئے کرتے ہیں۔ صالح عورتیں۔ اطاعت کرنے والی مردوں کی عدم موجودگی میں اپنے نفوس کی حفاظت کرنے والی ہوتی ہیں بسبب اسکے کہ خدائے تعالیٰ نے اُنکو محفوظ رکھا۔"

اگر اس ترجمہ کو ہی صحیح تسلیم کر لیا جائے تو اس سے جو کچھ واضح ہوتا ہے وہ صرف یہ ہے کہ مرد کو اپنی بیوی کے ساتھ نیک سلوک کرنا اور محبت و اُلفت سے پیش آنا چاہیے اور اپنی کمائی سے اُسکی ضروریات مہیّا کرنی چاہیئیں۔ بیوی کو یہ چاہیئے کہ وہ اپنی عزّت کی حفاظت کرے خانگی معاملات کی طرف توجہ کرے اور اپنے میاں کو اپنا مونس۔ رہنما اور معلّم سمجھتی رہے

پس اگر اس آیت کے یہ صریح و بدیہہ معنی لیئے جائیں تو پھر نہ کسی تاویل کی ضرورت نہ اعتراض کا موقعہ۔ بلکہ اس میں میاں بیوی کے قدرتی تعلقات اور اُنکے متعلق ہدایات موجود ہیں اور ایسی صراحت اور ہدایت کے باوجود اگر کوئی شخص یہ کہے کہ عورت کو مرد کا غلام بنایا گیا ہے یا یہ کہ اُسے محض ایک زیبائش و آرائش کی چیز تصور کیا گیا ہے اُسے مرد کی حکومت کے ماتحت

چون وچرا کرنیکی اجازت نہیں تو ہم سمجھتے ہیں کہ وہ انصاف کا خون کرے گا۔

تفاسیر کیا کہتی ہیں

کیونکہ جن معنوں کو موردِ اعتراض بنایا جاتا ہے اُن کا وجود نہ تو قرآن کریم کے اصل متن سے ثابت ہے اور نہ ہی معتبر تفاسیر اسکی مصدق ہیں۔ چنانچہ حضرت امام فخر الدین رازی جن کی علمیت و فضلیت مسلمہ و مصدقہ ہے فرماتے ہیں:-

ان الفضائل الحقیقیۃ یرجع حاصلھا الی امرین الی العلم والی القدرۃ ولاشک ان عقول الرجال وعلومھم اکثر ولا شک ان قدرتھم علی الاعمال الشاقۃ اکمل۔ فلھذین السببین حصلت الفضیلۃ للرجال علی النساء فی العقل والحزم والقوۃ والکتابۃ فی الغالب والفروسیۃ والرمی وان منھم الانبیاء والعلماء وفیھم الامامۃ الصغریٰ والکبریٰ (تفسیر کبیر) ترجمہ۔ پس جان لو کہ حقیقی فضائل دو باتوں یعنی علم اور طاقت پر موقوف ہیں۔ اب اس میں شک نہیں کہ مردوں کی عقلیں اور علوم بڑھے ہوئے ہوتے ہیں اور اس میں بھی کلام نہیں کہ سخت کام کرنے میں مردوں کی طاقت زیادہ کامل ہوتی ہے۔ پس ان دو سببوں کے باعث مردوں کو عورتوں پر عقل۔ دانائی۔ قوت کتابت زور آزمائی۔ سواری اور تیر اندازی میں فوقیت حاصل ہے۔ اور نیز انہی میں سے یعنی فرقہ رجال میں سے ہی انبیاء و علماء ہوتے آئے ہیں۔ اور انہی میں امامت کبریٰ و صغریٰ رہی ہے۔"

اب امام فخر الدین رازی کے اس قول سے ظاہر ہے کہ انکی رائے میں مرد کو بعض اوصاف خداداد کے لحاظ سے عورت پر فوقیت حاصل ہے اور اُن اوصاف کا انحصار علم و قدرت پر ہے اور مشاہدہ بتاتا ہے کہ قوتِ برداشت و استعمال طاقت میں مرد کا پہلو عورت پر غالب ہے اور اللہ تعالیٰ کا فعل بھی اس استدلال کا موید ہے وہ یہ کہ تمام بڑے بڑے انبیاء و علماء و امام مرد ہی ہوئے ہیں پس قوامون کے یہ معنی ہوئے کیونکہ مردوں کو بوجہ خاص اوصاف خداداد کے عورتوں پر فوقیت ہے۔ اسلیئے بالفاظ حضرت امام رازی (الذی یقوم بامرھا و یھتم بحفظھا) اسلیئے میاں کو اپنی بیوی پر ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ایک قسم کا

حق نگرانی حاصل ہے مگر اس حق کے ساتھ ہی اُسپر ایک ذمہ واری بھی عائد ہوتی ہے وہ یہ کہ بیوی کی حفاظت اور اُسکے نان و نفقہ کا انتظام کرے۔

حکمائے فرنگ کیا کہتے ہیں

ممکن ہے کہ ہمارے بعض احباب جن کی نظر میں یہ خیالات دقیانوسی متصور ہوں اور جن کی خواہش ہر صبح ایک نئی تبدیلی دیکھنے کی ہو امام فخر الدین رازی کی بات کو قابل تسلیم نہ سمجھیں اسلیئے ہم ذیل میں ایک دانائے یورپ حکیم بیکل کی رائے کا اندراج کرتے ہیں۔ اور اس قدر عرض کر دینا ضروری سمجھتے ہیں کہ حکیم موصوف کا علم اور قوتِ اعتراض یورپ کے حلقہ علماء میں مسلمہ ہے۔

حکیم ممدوح مرد و عورت کے باہمی امتیاز پر رائے زنی کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:۔

"اس میں شک نہیں کہ جسمانی حالت میں مرد بلحاظ طاقت اور عورتیں بلحاظ جمال ایکدوسرے پر فوقیت رکھتے ہیں۔ مگر اس سے انکار نہیں ہو سکتا کہ ذہنی حالت میں مردوں کو عورتوں پر ایک حد تک فوقیت ہے کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ علم طبعیات ادب اور صنعت و حرفت کی ہر ایک شاخ میں قریباً تمام کی تمام شہرت و عزت مردوں کا ہی حصہ رہی ہے......

یہ ناممکن ہے کہ ہم کو کوئی عورت اس پایہ کی مل سکے جو **ریفیل یا ہینڈل یا شیکسپیئر یا نیوٹن** کو اپنے اپنے فن میں حاصل تھا"

اس کے ساتھ ہی پروفیسر لیکی ( ) کا یہ بھی خیال ہے کہ عورتیں اخلاقاً مردوں پر فائق ہیں۔ اور یہ امر حکیم موصوف کی رائے میں ایک ثابت شدہ امر ہے۔ پروفیسر صاحب کی آخری رائے صحیح ہو یا وضاحت کے قابل ہیں اس سے سروکار نہیں۔ جب ایکدفعہ یہ امر تسلیم کر لیا جائے کہ مرد علم و طاقت میں عورتوں پر فضیلت رکھتے ہیں تو پھر لامحالہ یہ ماننا پڑیگا کہ عورتیں مردوں کے علم سے مستفیض ہونے اور اُنکی طاقت سے فائدہ اُٹھانے کی محتاج ہیں۔ پس یہی آیت کریمہ **الرجال قوامون علی النساء** کا منشاء و مفہوم ہے۔

رسول اللہ صلعم کی ایک حدیث

استوصوا بالنساء خیرا فان المراۃ

خلقت من ضلع فان اعوج شیٔ فی الضلع اعلاہ۔ فان ذھبت تقیمہ کسرتہ وان ترکتہ لم یزل اعوج۔ اس حدیث کو اگر اردو کا لباس پہنایا جائے تو اُس کا مطلب یہ ہوگا۔

"عورتوں سے مہربانی کا سلوک کرو کیونکہ عورت ایک پسلی سے بنی ہے جس کا حصہ بالا ٹیڑھا ہے۔ اگر تم جا کر اسے سیدھے کرنے کی کوشش کرو تو تم اسے توڑ ڈالوگے اور اگر تم اسے جوں کا توں چھوڑ دو تو ہمیشہ ٹیڑھی رہے گی"

اب اس حدیث نبوی کو بھی بعض حلقوں میں مورد اعتراض بنایا گیا ہے اور اسپر بہت کچھ لکھا و بولا گیا ہے۔ حالانکہ اس حدیث کا منشاء صرف اسقدر ہے کہ مردوں کو عورتوں پر مہربانی کرنے اور اُنکی فطرتی کمزوری کا خیال رکھکر درگذر سے کام لینے کی تاکید کیجائے اور اُنکو متنبہ کیا جائے کہ خوبصورت جنس سے اُس کام کی توقع نہ رکھی جائے جسکے وہ خلقتاً ناقابل ہے۔ اور نہ اُسپر اسقدر بوجھ ڈالا جائے جو اُسکی طاقت سے بالاتر ہو۔ کیونکہ اگر ایسا کیا گیا تو خدشہ ہے کہ مردوں کی امیدیں مایوسی کا مُنہ دیکھیں گی اور نازک جنس وہ نہ کرسکے گی جو وہ اُس سے چاہتے ہیں اور ممکن ہے کہ ایسی حالت میں کسی کو طیش آئے اور وہ سخت برتاؤ کر بیٹھے جس کا نتیجہ سوائے اسکے اور کیا ہوسکتا ہے کہ جس طرح دبانے سے پسلی ٹوٹ جاتی ہے اسی طرح حوا کی معتوب کمزور بیٹی بھی صدمہ اُٹھائے۔ پس اس حدیث کی غرض اسکے سوا اور کچھ نہیں کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اہل اسلام کو عورتوں کے ساتھ فیاضی۔ نرمی و درگذر کا سلوک کرنے کی ہدایت فرماتے اور سختی کرنے سے روکتے ہیں۔

اس حدیث کی تشریح

فاضل مصنف مجالس الابرار نے اپنی کتاب کے آخری دو بابوں میں میاں بیوی کے باہمی حقوق و ذمہ واریوں کا ذکر کرتے وقت اس حدیث کے متعلق مفصلہ ذیل سطور لکھی ہیں" فکانہ علیہ السلام قال انی اوصیکم بالنساء خیرا واقضوا وصیتی فیھن وافعلوا لھن خیرا ولا تغضبوا علیھن اذا فعلت فعلا غیر مرضی عندکم لم تکن اثم فانھن خلقن من شیٔ اعوج وھو الضلع۔ ترجمہ۔ یہ تو ایسا ہے گویا کہ حضرت نبی کریم [illegible] اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا "میں تم کو عورتوں کے متعلق ایک اچھی نصیحت کرتا ہوں۔ میری وصیت پر عمل کرو۔ اُنسے نیکی کرو۔ اگر وہ تمھاری مرضی کے خلاف کوئی ایسا کام کریں جو گناہ نہیں تو اُنپر خفگی بھی مت کرو کیونکہ وہ ایک ٹیڑھی پسلی سے بنائی گئی ہیں (اس کمزوری کی وجہ سے وہ غلطیاں کر بیٹھتی ہیں) ایک اور حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں روی انه علیه السلام نھی ان یتبع عورات النساء او یتعنت النساء۔ یعنی روایت کیا گیا ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کی عیب شماری کرنے اور ہمیشہ اُنکے رازوں و غلطیوں کی تلاش میں لگے رہنے سے منع فرمایا ہے۔ اس ممانعت کی غرض یہ ہے کہ غلط فہمیوں کے باعث زن و شوئی کے تعلقات میں فرق نہ آئے اور باہمی جھگڑے ہو جانے سے رشتہ شادی کے شکست ہونے تک نوبت نہ پہنچے۔ اس شکست رشتہ یعنی طلاق کا نام ہی پسلی کا ٹوٹنا ہے۔

پس یاد رکھنا چاہیئے کہ اس حدیث کا اصل منشاء وہی ہے جو صحیح مسلم کی حدیث میں وضاحت سے بیان ہوا ہے۔ اس حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پسلی کے ٹوٹنے کی تشریح فرمائی ہے حدیث کے آخری الفاظ یہ ہیں وکسرھا طلاقھا یعنی اسکے ٹوٹنے سے مراد اسکی طلاق ہے۔

اس امر کے اظہار کی ضرورت نہیں کہ ایک سخت گیر درگذر سے کام نہ لینے والا اور نامہربان میاں جو اپنی بیوی کی فطری کمزوریوں کا پاس کرکے رحم و رافت سے کام نہیں لیتا یقیناً اپنے گھر کو خوشی سے خالی اور زندگی کو راحت سے معرا بنا لیتا ہے۔ اور اس ناچاقی و ناموافقت کا نتیجہ سوائے اس کے اور کیا ہو سکتا ہے کہ آخرش اُسے اپنی بیوی کو طلاق دینی پڑتی ہے۔

چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر میں طلاق دینا ایک قابل نفرت کام تھا اسلیئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہدایت فرمائی کہ بیویوں کے ساتھ نیک سلوک کیا جائے اُنکی خبر گیری و تربیت کیجائے اُنپر سختی نہ کیجائے ورنہ احتمال ہے کہ آخرش قطع تعلق کا ناگوار پیالہ نوش کرنا پڑے۔

آنحضرت صلعم کی تعلیم

حضرت شارع اسلام علیہ التحیات والسلام کی تعلیم کسی طرح بھی خلاف عقل و فہم نہیں۔ جو شخص یہ اعتراض کرتا ہے کہ حضرت نبی کریم

صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم عورت کی ذلّت کا باعث ہوئی ہے وہ دراصل اسلام کی تعلیم سے ناواقف ہے کیونکہ جسکی آنکھ نے آنحضرت صلعم کے ارشادات اور آپکے دستور العمل کا مطالعہ کیا ہو یا کم از کم حضور کی تعلیم کو سنا ہو وہ ایسے اعتراض کو لغو اور بے ہودہ سمجھیگا۔

احادیث کا علم رکھنے والوں سے یہ امر پوشیدہ نہیں کہ حضرت نبی کریم صلعم نے جسقدر فرقہ اناث کے حقوق کا خیال رکھا ہے اسقدر اور کسی ہادی مذہب نے نہیں رکھا۔ حضورؐ عورت کو جسمانی و ذہنی قویٰ میں مرد کی نسبت کمزور سمجھتے ہیں مگر ساتھ ہی محبت و الفت۔ نرم دلی اور راست پذیری میں عورت کو مرد پر فائق ٹھہراتے ہیں۔ جو لوگ حضرت سرور کائنات کی تعلیم پر حرف رکھتے اور لاعلمی سے کہا کرتے ہیں کہ پیغمبر اسلام کے نزدیک عورت میں کوئی بھی خوبی نہیں وہ محض مجموعہ عیوب ہے وہ بڑی جرأت سے کام لیتے ہیں کاش ایسے لوگ دیکھتے کہ حضرت نبی کریم صلعم نے کیا فرمایا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ "کوئی مسلمان اپنی بیوی سے بدسلوکی نہ کرے کیونکہ اگر اس کے بعض اخلاق میاں کی ناراضگی کا موجب ہیں تو دوسرے ایسے اخلاق بھی ہیں جو اسکی خوشی کا باعث ہیں" اس حدیث نبوی کے آخری حصّہ کی اصل عبارت اس طرح ہے۔ ان کرہ منہا خلقا رضی منہا اٰخر۔ غرض یہ کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم نہ تو عورت کو مرد کا زرخرید غلام بناتی ہے اور نہ ہی اُسے اپنی حدود مقررہ سے اسقدر تجاوز کرنے کی اجازت دیتی ہے کہ وہ مرد کے اختیارات میں مداخلت بے جا کرے۔

عورت و مرد کے فرائض تقسیم محنت کے اصول پر اسلام نے بھی مرد و عورت کے فرائض کو تقسیم کر دیا ہے ہر جنس کے جداگانہ فرائض ہیں۔ ان فرائض کی ادائگی پر ہر ایک گھر کی خوشحالی و فلاح کا انحصار ہے۔ عورت اچھی ماں اور وفادار بیوی ہونے کی حیثیت سے اپنے گھر کی ملکہ ہے۔ اور اس ملکہ کی حفاظت و اعانت کا کام مرد کے سپرد ہے۔ جس کا فرض ہے کہ پسینہ سے روٹی کمائے اور اپنے کنبہ کا گذارہ کرے مرد میں عورت کی سی الفت و محبت نہیں اور نہ اس کا دل جوا کی طرح دل بیٹھی کا سا ہے اس لیئے وہ بچّوں کی پرورش کا کام کرنے کا اہل نہیں وہ لاکھ پدرانہ شفقت کا اظہار کرے مگر وہ ہرگز محبت مادر کی قائم مقامی نہیں کر سکتا۔

اسی طرح عورت اپنی جسمانی کمزوری کے باعث برداشت۔ جرأت اور استقلال میں مرد کا مقابلہ

نہیں کر سکتی جونہی کہ وہ زندگی کی حقیقی مشکلات سے دوچار ہو گی اور اپنی قدرتی حدود سے باہر قدم رکھے گی وہیں وہ اوصاف مذکورہ میں اپنی کمزوری محسوس کریگی اور اُسے ناکامی کا سامنا کرنا پڑیگا جس طرح ایک دوسرے کے فرائض کا تبدیل کرنا ایک مضحکہ خیز امر ہے اسی طرح عورت و مرد کے مناصب کو گڈ مڈ کرنے سے ایک مایوسی آمیز ہلچل پیدا ہو سکتی ہے جس کا نتیجہ سوائے اسکے کچھ نہیں کہ گھر کی خوشی و راحت میں فرق آجائے اور ناخوشگوار نتائج پیدا ہوں۔

پس یہ نہایت ضروری ہے اور اسی میں ایک گھر کی بہتری ہے کہ ہر شخص اپنے اپنے فرائض کا خیال رکھے اور اپنی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہو۔ مرد اپنا کام کرے اور عورت اپنے فرض کو نباہے کہا جاتا ہے کہ یہ تقسیم فرائض جو فطرت۔ بناوٹ جسم۔ قابلیت ذہنی اور حیثیت ذاتی کے لحاظ سے عمل میں آئی ہے زمانہ حال کا خیال ہے۔ مگر ہم کہتے ہیں کہ شریعت اسلام سے ناواقف لوگ یہ خیال رکھیں تو رکھیں لیکن واقف جانتے ہیں اور ہم نے مضمون زیر قلم میں دکھایا ہے کہ یہ تقسیم آج سے تیرہ سو برس پہلے حضرت شارع اسلام علیہ التحیات والسلام کی تعلیم کے مطابق معرض وجود میں آچکی تھی۔ اور یہ اس امر کا ثبوت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے وہ دین فطرت عنایت فرمایا تھا جو تہذیب و تمدن کے مدارج ارتقا طے کرنے کے بعد بنی نوع انسان کو کئی صدیوں کے بعد سوجھا ہے۔

عورت گھر کی بادشاہ ہے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ”تم میں سے سب اپنی اپنی جگہ بادشاہ ہیں اور تم سب سے پوچھا جائیگا کہ تم نے اپنے ماتحتوں اور زیردستوں سے کیا سلوک کیا۔ اگر کوئی بادشاہ ہے تو اُس سے دریافت کیا جائیگا کہ اُس نے اپنی رعایا سے کیسا برتاؤ کیا۔ اس طرح ایک کنبہ کا بزرگ اپنے خاندان کا بادشاہ ہے اور وہ اپنے گھر کے تمام آدمیوں کی نسبت قابل پرسش ٹھہرایا جائیگا نیز عورت اپنے میاں کے گھر میں بادشاہ ہے اسکی اپنے بچوں پر حکومت ہے اُس سے اُنکے متعلق پرسش ہو گی۔ اور غلام اپنے آقا کی جائداد پر بادشاہ ہے اُس سے اس کے متعلق سوال کیا جائیگا“ (منقول از صحیح بخاری)

اب اس حدیث میں عورت کو مرد کے گھر کا بادشاہ قرار دیا ہے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصل الفاظ حسب ذیل ہیں المرأۃ راعیۃ علیٰ بیت بعلھا وولدہ

وھی مسئولۃ عنہم۔

اس حدیث سے کسی کو یہ غلطی نہ لگے کہ عورت کا احاطہ اقتدار بہت محدود رکھا گیا ہے بلکہ بات یہ ہے کہ خانگی امور متعلقہ بیوی کا سلسلہ اسقدر وسیع ہے کہ وہ اگر اپنے تئیں اپنے میاں کا رفیق۔ مشفق اور مددگار خیال کرے تو بمشکل تمام اپنے کام کو دن بھر میں ختم کر سکیگی اس لیئے یہ سمجھنا چاہیئے کہ عورت کا دائرہ حکومت اسکی بساط و طاقت حکومت کے مطابق کافی ہے ؛ (باقی آیندہ انشاء اللہ)

حضرت مسیح ناصریؑ صلیب پر سے زندہ اُترے

مثل مشہور ہے۔ رہے نام اللہ کا۔ مرنا کس کو نہیں۔ یہ مثل واقعی بالکل سچی اور آب زر سے لکھنے کے قابل ہے۔ کون ایسا انسان ہے۔ جو ہمیشہ رہا۔ یقیناً کوئی بھی ایسا انسان نہیں۔ بلکہ جتنے پیدا ہوئے۔ سب موت کا شکار ہو گئے۔ لیکن بے وقت اور بے طرح مرنا بے شک ایک ڈراونی موت کہلاتا ہے۔ چونکہ حیات ممات کا سلسلہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے، اس لیئے کوئی بشر بھی ناگہانی اموات پر کسی طرح کا اعتراض نہیں کر سکتا۔ مگر ہم اتنی عرض کیئے بغیر بھی نہیں رہ سکتے۔ کہ جس صورت میں دنیا پر کوئی بھی ایسا بادشاہ نہیں ہے۔ جو اپنے ایلچی کو کسی قوم کی طرف ادائگی خراج کی ہدایات کے واسطے بھیجکر پھر اسے بلا وجہ راستہ میں ہی سے واپس آجانے کا حکم دیدے۔ پھر کیونکر ممکن ہے۔ کہ خدا جو احکم الحاکمین اور خود دنیوی بادشاہوں کا مقرر کرنے والا (روم ۱۳) ہے وہ ایسا کرے۔

دنیا میں جتنے مرسل پیغمبر۔ نبی۔ مسیح تشریف لائے۔ وہ سب خدا کے ایلچی ہی تھے اور ان سب برگزیدوں کا دنیا پر تشریف لانا صرف اسی اہم غرض پر مبنی تھا۔ کہ وہ خدائے تعالیٰ کے احکام اسکی رعیت یعنی مخلوق کو سنا کر اس کی رضا مندی حاصل کرنے کی ترغیب و تحریک کریں۔ اور خدائے تعالیٰ اس سے بھی کہیں زیادہ ان کا حافظ و معین رہا۔ جیسا کوئی دنیوی بادشاہ اپنے ایلچی کا محافظ و ذمہ وار ہو سکتا ہے۔

قوم اسرائیل یعنی یہود کے درمیان بڑے بڑے پیغمبر مبعوث ہوئے۔ موسیٰ علیہ السلام شارع یعنی صاحب شریعت۔ داؤد۔ سلیمان۔ یسعیاہ۔ حزقیل۔ ذکریا۔ یوحنا علیہ السلام نبی اور موسوی شریعت کے پابند پیغمبران اسرائیل ہوگذرے ہیں۔

مسیح ناصری علیہ السلام اسرائیلیوں کا موعود مسیح تھا۔ اور یہ امر روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ قبل از مسیح ناصری اپنے اس موعود مسیح کے واسطے اسرائیل کے دلوں میں ایک عجیب ذوق اور شوق تھا۔ اور یہود کے بعض فرقہ جات نے مسیح کی شان ایسی بلند خیال کی ہوئی تھی۔ کہ بموجب طالمود کی روایت کے مسیح موعود کی پیدائش بنائے عالم سے پیشتر تسلیم کرتے تھے۔۔۱
۔۔ اور نیز وہ اس بات سے کہ آنیوالا موعود مسیح اسرائیل کی کھوئی ہوئی سلطنت کو از سر نو قائم کر کے اسے استحکام اور مضبوطی بخشیگا۔ وہ غیر اقوام کے ساتھ جنگ کر کے ان لوگوں کو جو یہودی مرید بننا پسند نہیں کرینگے۔ قتل کردیگا۔ بہت خوش تھے۔ جب خدائے تعالیٰ نے اپنے وعدوں کے مطابق عین وقت پر مسیح ناصری کو مبعوث فرمایا تو یہود بوجہ ملاکی ۴ باب ۵ ورس کو غلط طور پر سمجھنے یعنی استعارہ کو حقیقت پر حمل کرنے کے ایسی بھاری غلطی میں پڑ گئے۔ کہ نظیر اسکی زمانہ حال کے مسلمانوں کے سوا اور کہیں پائی نہیں جاتی۔ انہوں نے جب مسیح بن مریم کو اپنی دنیوی خواہشات کے مطابق پیدا ہوتے نہ دیکھا۔ تو بموجب قرآن کریم لقد اخذنا میثاق بنی اسرائیل وارسلنا الیھم رسلاً کلما جاءھم رسول بما لا تھوی انفسھم فریقاً کذبوا وفریقاً یقتلون مسیح کی مخالفت کر کے آپ اپنے پاؤں پر کلہاڑا رکھ بیٹھے۔ اور آخرکار وہ اذیتیں اور تکلیفیں جو یہود کے ہاتھ سے مسیح ناصری کو پہنچی تھیں۔ سنکر ۶

✽ ان ہر دو روایات کو حضرت مسیح ناصری نے بھی تسلیم کیا ہے۔ چنانچہ یوحنا ۵۸/۸ و ۱۴/۵ کے بموجب ایک روایت طالمود والی تسلیم کرتا ہے۔ اور مسیح کی ابدی بادشاہی کا خیال یوحنا ۱۲/۳۴ سے ظاہر ہے۔ یہاں اس بات کا دہرانا خالی از لطف نہیں۔ کہ باوجود یہود اپنے ان خیالات کے موعود مسیح کو خدا نہ سمجھتے تھے۔ مگر اہل تثلیث الوہیت کے دلائل میں سے ان دو مسائل کو برہان قاطع کہتے ہیں۔ منہ

قبل وفات یوحنا رسول ایسا رنگ لائیں۔ کہ اس سے پہلے کی تاریخ یروشلم میں اسکی نظیر بالکل نہیں مل سکتی یعنی غیر اقوام والوں نے خدا کے مقدس شہر کی اینٹ سے اینٹ بجادی۔ اور وہ شہر جس میں خدا کی قربانگاہ پر لکھوکھا بکروں اور مینڈھوں کی قربانیاں چڑھا کرتی تھیں سنہ ۷۰ء میں آدمیوں کی قربانگاہ بن گیا۔ اور اس کی دیواریں انسانوں بلکہ یہود کے خون سے رنگین ہو گئیں۔ اور نتیجہ یہ ہوا کہ آج یہود وہ قوم ہے۔ جس میں شامل ہونا کوئی پسند نہیں کرتا مگر برخلاف اسکے جن لوگوں نے مسیح ناصری کو قبول کر لیا۔ وہ دین و دنیا میں ایسے معزز ٹھیرے کہ آج یورپ کے بڑے شہنشاہ پطرس ماہی گیر کو مقدس کے معزز لقب سے یاد کرتے ہیں۔ اور اسکی غلامی کو بصد خوشی قبول کرتے ہیں۔

آج اس زمانہ میں وہ لوگ جو مسیح ناصری کو بظاہر اپنا ہادی تسلیم کرتے ہیں۔ اسکی نسبت یہ خیال رکھتے ہیں۔ کہ اسکی موت بے وقت اور بے طرح ہوئی گیا معنے۔ یعنی مسیح ناصریؑ صرف تین سال منادی کرنے پایا تھا (لوقا ۳/۲۳) کہ اسے یہود نے مصلوب کر دیا۔ یہ خیال ایک ایسا خیال ہے۔ جو مسیح ناصری کے اصل مدعا نبوت پر بالکل پانی پھیر دیتا ہے۔ کیونکہ یہ امر ظاہر سے زیادہ ظاہر ہے۔ کہ مسیح ناصریؑ نے تین سال کی منادی میں کوئی بین کامیابی حاصل نہیں کی۔ بلکہ برخلاف اس کے اگر ہم یہ تسلیم کریں کہ مسیح مصلوب ہو گیا۔ تو یہودیوں کی زیادہ بن آتی ہے۔

یہودی کہتے ہیں۔ کہ ہم نے عیسائیوں (اور مسلمانوں) کے پیغمبر مسیح ناصریؑ کو مصلوب کر دیا۔ پس اگر وہ سچا مسیح موعود تھا۔ تو اس نے کیا کامیابی حاصل کی۔ عیسائی کہتے ہیں۔ کہ اس کی موت ہی کامیابی تھی۔ لیکن اس جگہ ہم ہردو اقوام کو کچھ بھی نہیں کہہ سکتے۔ کیونکہ یہودیوں نے بچشم خود بلکہ بدست خود مسیح کو صلیب پر چڑھایا۔ عیسائی کہتے ہیں ممکن نہیں۔ کہ مسیح خدا کے وعدہ کے ماتحت آکر دنیا سے ناکام گیا ہو۔ اب نہ تو یہودیوں نے مسیح کو بعد از واقعہ صلیب دنیا پر زندہ دیکھا۔ وہ بھی بخیال خود سچے ہیں۔ دوسری طرف شاگردوں کی نظر میں اس کا صلیب پر غش کھانا ہی موت کے برابر تھا۔ انہوں نے اسکو ایسا معجزہ سمجھا۔ کہ اس کا نام دوبارہ زندہ ہونا رکھدیا۔ اور آخر ہوتے ہوتے اس خیال نے ایسا زور پکڑا۔ کہ آج یہ خیال اپنی حقیقت پر حمل کرنا تمام کلیساؤں

کے نزدیک کفر ہوتا ہے۔ لیکن دوسری جانب پولوس کے یہ کلمات بھی موجود ہیں۔ کہ اے بھائیو! مجھے اس فخر کی قسم جو ہمارے خداوند یسوع مسیح میں تم پر ہے۔ مَیں ہر روز مرتا ہوں۔ اگر مَیں انسان کی طرح افسس میں درندوں سے لڑا۔ تو مجھے کیا فائدہ۔ اگر مردے نہ جِلائے جائیں گے تو آؤ۔ کھائیں پیئیں۔ کیونکہ کل تو ہی مر جائیں گے۔ کرنتھی ۱ $\frac{15}{31}$ ۔ اب جائے غور ہے کہ پولوس ... مُردوں کی قیامت کے منکروں کے پاس یہ ثبوت پیش کرتا ہے۔ کہ مردے تو درکنار۔ مَیں خود ہر روز مرتا اور زندہ ہوتا ہوں۔ مگر اب پولوس ... کی طرح مسیح کا مرنا اور زندہ ہونا عیسائیوں کے نزدیک ایک بدعت ہے۔

یہودی کہتے تھے۔ کہ مسیح ابد تک رہیگا۔ اور ہمیشہ وہ لوگ زبور $\frac{89}{4}$ و $\frac{110}{4}$ یسعیاہ $\frac{9}{7}$ وغیرہ مقامات کی تفاسیر میں یہی لکھا کرتے تھے۔ عیسائی لوگ اسکے دین کی ترقی اور ہمیشگی کو اسکی ابدی زندگی تسلیم کرتے ہیں۔ اور دوسری طرف مع جسم عنصری کے (بعض فرقے جسم عنصری کے ساتھ اس کا آسمان پر جانا قبول نہیں کرتے) اسے آسمان پر بٹھاتے ہیں۔ حالانکہ رسول پولوس کہتا ہے۔ کہ مَیں یہ نہیں جانتا۔ کہ مسیح جسم کے ساتھ یا بغیر جسم کے آسمان پر گیا۔ پس اس صورت میں پولوس کے اس قول کی کیا تفسیر ہو سکتی ہے۔

سب لوگ جانتے ہیں کہ مسیح نے گتسمنی نامی باغ میں ایک دعا کی تھی۔ اور بقول اکبر مسیح وہ موت کے دردوں اور دُکھوں سے بچنے کے لیئے کی گئی تھی۔ اور یہ دعا مسیح نے ایسی حالت میں کی تھی۔ جبکہ وہ نہایت غمگین اور موت کے ڈر سے بے قرار ہو رہا تھا متی $\frac{26}{39}$ اور وہ دعائیہ کلمات جو اس نے تین بار نہایت عاجزی و تفرع سے جناب باری میں عرض کیئے تھے۔ یہ تھے اے باپ۔ اگر ہو سکے۔ تو یہ پیالہ (موت) مجھ سے ٹل جاوے۔

اب دوسری جانب ناظرین اس بات کو مدِ نظر رکھیں۔ کہ اس سے پہلے کبھی کوئی دعا مسیح کی جناب باری میں نامقبول نہیں ہوئے۔ چنانچہ مسیح خود اس بات کا ذکر کرتا ہے لکھا ہے کہ یسوع نے آنکھیں اُٹھا کر کہا۔ اے باپ مَیں تیرا شکر کرتا ہوں۔ کہ تُو نے میری سُن لی۔ اور مجھے تو معلوم تھا۔ کہ تو ہمیشہ میری سنتا ہے یوحنا $\frac{11}{41}$ لیکن اگر اس جگہ عیسائی عقیدہ کو صحیح تسلیم کیا جاوے۔ کہ دعا کرنے کے بعد بھی وہ مصلوب کیا گیا۔ تو لاریب نتیجہ یہی نکلتا ہے۔ کہ اسکی گتسمنی والی دعا

قبول نہیں ہوئی۔ اور اگر اہل تثلیث یونیٹیرین لوگوں والا جواب پیش کریں۔ کہ اسکی دعا قبول ہوگئی۔ کیونکہ بموجب لوقا ۲۲/۴۳ کے آسمانی فرشتہ کی مدد سے اسے دکھوں کے اُٹھانے اور برداشت کرنے کے واسطے تقویت مل گئی۔ تو اس صورت میں یہ کہنا پڑیگا۔ کہ یسوع کی دعا کا جواب سوال گندم اور جواب چینا کا مصداق ہے۔ کیونکہ مسیح تو یہ کہے۔ کہ موت کا پیالہ مجھ سے ٹل جاوے۔ مگر یہ دعا منظور نہوئی۔ اور راہ نجات یہ ٹھیرا۔ کہ اسکو برداشت کرنے کی طاقت دیگئی۔ تو گویا اس سے پہلے وہ اس کمال تک نہیں پہنچا تھا۔ اس صورت میں کفارہ تسلیم کرنے والوں کا یہ کہنا۔ کہ مسیح ازل سے کفارہ ہونے اور مصلوب ہونے کے واسطے مقدر ہو چکا تھا۔ غلط ٹھیرتا ہے۔ کیونکہ اس سے تو صاف اور سیدھا یہی نتیجہ نکلتا ہے۔ کہ وہ اس سے پہلے کامل نہ تھا۔ تو پھر کامل انسان اور کامل خدا کا عقیدہ (اتاناسس ۳۲ع) بالکل غلط ثابت ہوا۔ اور اگر یہ کہو۔ کہ مسیح خود تسلیم کرتا ہے۔ کہ روح تو مستعد ہے۔ مگر جسم کمزور ہے متی ۲۶/۴۱ تو پھر بھی یہی نتیجہ نکلا۔ کہ مسیح خود کمزوری تسلیم کرتا ہے۔ اور دوسری طرف یہ امر ہے کہ یہ دعا جسم نے نہیں کی تھی۔ بلکہ روح نے کی تھی۔ کیونکہ یہ امر تو ظاہر ہے۔ کہ جسم انسانی بجز روح انسانی کے ایک مردہ اور غیر متحرک چیز ہے۔ پس روح نے ہی دعا کی تھی۔ اور اگر یہ کہو۔ کہ انسانی روح نے دعا کی تھی۔ نہ کہ الٰہی روح نے۔ تو غور کرو۔ کہ صلیب بھی آخر انسانی جسم و روح کے لیئے تھی۔ نہ کہ الوہیت کے لیئے۔ پس اس تمام تشریح سے نتیجہ یہی نکلا۔ کہ یا تو یہ تسلیم کرنا پڑیگا۔ کہ یسوع کی دعا قبول نہیں ہوئی۔ لیکن یہ از روئے مسیحیت کفر ہے۔ یا یہ تسلیم کرنا پڑیگا کہ اسکی دعا قبول ہوگئی۔ اور وہ صلیب پر سے زندہ اُترا۔ اور یہ خیال ایک ایسا سچا اور پکا خیال اور بائیبل کے عہد عتیق کے مطابق ہے۔ کہ اسے ہر ذی عقل تسلیم کرنے کے لیئے تیار ہے

مسیح دنیا پر آکر ابن داؤد کہلوایا۔ اور وہ خود ابن داؤد ہونے کو باعث فخر سمجھتا تھا۔ اسکا شجرہ بھی ماں کی طرف سے داؤد سے ملتا ہے۔ لہٰذا سب سے پہلے ہم ابن داؤد کی نسبت خود داؤد کی کتاب سے کچھ پیش کرتے ہیں۔ زبور ۱۰۹/ ۱ تا ۹ میں داؤد روح کی ہدایت سے موعود مسیح کا ذکر کرتا ہے۔ چنانچہ شروع میں ہی داؤد اسکے پکڑوانے والے یہودا کا مفصل حال تحریر کرتا ہے۔ لکھتا ہے۔ کہ تو ایک شریر کو اس پر (یعنی مسیح پر) مقرر کر۔ اور اس کے دہنے ہاتھ

شیطان کھڑا رہے۔ (یہ بات بموجب یوحنا $\frac{13}{27}$ کے پوری ہوئی۔ کہ شیطان یہوداہ میں سما گیا) جب اسکی عدالت کیجائے۔ تو وہ مجرم ٹھیرے۔ اور اسکی دعا گناہ گنی جاوے (یہوداہ پھانسی پر لٹک کر خودکشی کی موت مرا۔ اور اس کے دوبارہ اقرار نے اسے کچھ فائدہ نہ پہنچایا دیکھو متی $\frac{27}{5}$) اس کے دن تھوڑے ہوں۔ اس کا عہدہ دوسرا پائے (اعمال $\frac{1}{20}$ میں بھی یہ کلمات یہوداہ پر چسپاں کئے گئے ہیں) اس سے آگے مسیح موعود کا ذکر کرتا ہے۔ کہ پر تو اے یہوواہ خداوند۔ اپنے نام کے لئے مجھ سے سلوک کر۔ کہ تیری رحمت خوب ہے۔ **مجھے نجات دے**۔ کہ میں مسکین اور محتاج ہوں۔ اور میرا دل مجھ میں چھدا ہوا ہے (مرد غمناک اور آشنائے رنج یسعیاہ $\frac{53}{4}$) میں ڈھلتے ہوئے سایہ کی مانند تمام ہو چلا۔ میں ٹڈی کی طرح اوپر تلے اڑایا گیا ہوں۔ میرے گھٹنے فاقے سے سست ہو گئے۔ اور میرا گوشت چکنائی کے بغیر دھوکہ ہے (جمعرات کی شام وصبح کے بعد سے لیکر پھانسی تک شریر یہودیوں نے مسیح کو ایک دانہ اناج کا کھانے کے واسطے نہیں دیا تھا۔ اور اس فاقہ کشی پر آپ کے نازک بدن پر درّے مارے گئے) میں ان کا ننگ ہوا وہ مجھے تاکتے ہیں۔ اور اپنا سر ہلاتے ہیں (متی $\frac{27}{39}$ کے مطابق یہ بھی پورا ہوا) اے خداوند میرے خدا۔ میری کمک کر۔ **اپنی رحمت کے مطابق مجھے نجات دے** تاکہ وہ جانیں۔ کہ یہ تیرا ہاتھ ہے۔ کہ تو نے اے خداوند یہ کیا کیا۔ وہ لعنت کریں۔ پر تو برکت دے۔ (صلیب والی موت سے بچنے کی طرف اشارہ ہے) جب وہ اٹھیں۔ تو شرمندہ ہوں۔ یہ تیرا بندہ شادمان ہو۔ میرے دشمن خجالت کی موت سے ملبس ہوں۔ اور اپنی شرمندگی کی چادر سے آپ کو چھپالیں۔ میں اپنے منہ سے خداوند کی ستائش کروں گا۔ اور بہتوں کے بیچ اسکی حمد گاؤنگا۔ کیونکہ وہ مسکین کے دہنے ہاتھ کھڑا ہے۔ تاکہ اسکو ان سے جو اس کی جان پر فتویٰ دیتے ہیں۔ رہائی دے۔ زبور $\frac{109}{21 \text{ تا آخر}}$۔

اب اس زبور سے صاف ظاہر ہے۔ کہ داؤد جس کی نسبت پیشگوئی کرتا ہے اسکی نسبت صاف لکھتا ہے۔ کہ آخرکار وہ ان لوگوں سے جو اسکی موت کا فتویٰ دینگے۔ رہائی پا جاویگا۔ پس اگر اب بھی کوئی عیسائی یہ کہے کہ مسیح مصلوب ہو گیا

اور مر گیا۔ تو اسے چاہیئے۔ کہ یا تو مذکورہ بالا حوالہ کو الہامی نہ تسلیم کریں۔ یا یہ ثابت کرنیکی کوشش کریں۔ کہ یہ زبور مسیح کے حق میں نہیں ہے۔ لیکن یہ بالکل محال ہے۔ اس زبور کی آیات کی تطبیق دکھا کر ہم نے ثابت کر دیا۔ کہ یہ زبور مسیح کے حق میں ہے۔ اور پھر داؤد کا شروع میں ہی یہوداہ اسکریوطی کا ذکر کرنا اور پھر اعمال ۱/۲ میں ...... اس پیشگوئی کو یہوداہ پر چسپاں کرنا اور بھی ہمارے مدعا کی تائید کرتا ہے۔ پس کچھ ضرورت نہیں۔ کہ اس زبور کی تشریح یا تفسیر کی جائے۔ کیونکہ وہ خود آپ اپنی تشریح و تفسیر ہے۔ کیونکہ اگر مسیح صلیب پر مر گیا۔ اور زندہ نہیں بچا۔ تو لاریب مسیح کے دشمن یہود شرمندہ نہیں ہوئے۔ اور اس کا بندہ یعنی مسیح شادمان نہیں ہؤا۔ بلکہ برخلاف اس کے یہودی شادمان ہوئے۔ کیونکہ ان کا منصوبہ ٹھیک بیٹھ گیا۔ پھر دوسری جگہ مسیح کا بالفاظ ذیل ذکر آتا ہے۔ جو مذکورہ زبور کی تائید کرتا ہے "یہ پچھلی پشت کے لیئے لکھا جاے گا۔ اور لوگ جو پیدا ہونگے۔ خداوند کی ستائش کریں گے۔ کہ اس نے اپنے بلند اور مقدس مکان پر سے نگاہ کی۔ خداوند نے آسمان پر سے زمین پر نظر کی۔ تاکہ قیدی کا کراہنا سُنے۔ اور کہ انہیں جن پر قتل کا فتویٰ ہؤا ہے۔ چھڑائے۔ تاکہ صیہوں میں خدا کا نام بیان کیا جاوے۔ اور یروشلم میں اس کی ستائش ہو" زبور ۱۰۲/۱۸ تا ۲۲۔

کوئی عیسائی اس بات کا منکر نہیں ہوسکتا۔ کہ صیہوں کی نسبت پیشگوئی تھی۔ جس سے مراد ظہور مسیح ہے۔ چنانچہ ۹/۹ ذکریاہ اور متی ۲۱/۵ کی رو سے مسیح کا صیہون سے ظاہر ہونا عیسائی مسلمات سے ہے۔ بلکہ اول حوالہ مذکور میں اسی امر کا بوضاحت ذکر ہے۔ پس مطابق مذکورہ بالا زبور کے خداوند یہوواہ قدوس نے صیہون اور یروشلم کے قیدی کا کراہنا سُنا۔ اور اسے چھڑایا۔ جس سے صاف اور سیدھا نتیجہ یہی نکلتا ہے۔ کہ مسیح کو صلیبی موت سے محفوظ رکھا گیا۔ ورنہ قیدی کا کراہنا سُنکر اس کا بچانا اور کسی طرح ثابت نہیں ہوسکتا۔ بلکہ اگر یہ تسلیم کر لیا جاوے۔ کہ مسیح صلیب پر مر گیا۔ تو خدا نے صیہون اور یروشلم کے قیدی کا کراہنا سُنکر اسے کیا بچایا۔ اُلٹا اس پر اور بھی بوجھ لاڈالا۔ اور اگر یہ کہا جاوے۔ کہ بموجب ۲ سموئیل ۱۶/۱۱ کے داؤد بھی دشمنوں کے ہاتھوں میں گھر گیا تھا۔ تو پھر یہ اس واقعہ کے بعد کی پیشگوئی داؤد پر کس طرح چسپاں ہوئی۔ پس ضرور تسلیم کرنا پڑیگا۔ کہ یہ پیشگوئی ابن داؤد کے حق میں ہے۔

تیسرا شاہد اسپر خط عبرانیوں ہے۔ جس میں اس کی اور بھی تشریح موجود ہے۔ چنانچہ لکھا ہے
"اس نے (مسیح) اپنی بشریت کے دنوں میں زور زور سے پکار کر اور آنسو بہا بہا کر اس سے (خدا سے) دعائیں اور التجائیں کیں۔ جو اسکو موت سے بچا سکتا تھا۔ اور خدا ترسی کے سبب اسکی (مسیح کی) سُنی گئی" عبرانیوں ۵۔

خدارا اے منصف مزاجو! غور کرو۔ کس طرح تشریح سے کہا ہے۔ کہ مسیح نے بشریت کے دنوں میں اس خدا سے جو اسے موت سے بچا سکتا تھا۔ رو رو کر اور زور سے دعائیں کیں۔ اور پھر اس کا نتیجہ یہ نکلا۔ کہ خدا ترس یعنی خدا سے ڈرنے والا ہونے کی وجہ سے اس کی سُنی گئی۔ یعنی وہ صلیب والی موت سے محفوظ رہا۔ پس یہ ایک ایسی بیّن دلیل از روئے اناجیل مسیح کے صلیب پر سے زندہ اُترنے کی ہے کہ جس کی سوا اسکی اور کوئی کل بیٹھ ہی نہیں سکتی۔ اور نہ اور کسی طرح سے یہ ثابت ہو سکتا۔ کہ مسیح کی دعا قبول نہیں ہوئی فقط۔ (باقی آئندہ انشاء اللہ)

Digitized by Khilafat Library

ریویو

حیات النبیؐ اللہ تعالیٰ ہمارے مکرم دوست شیخ یعقوب علی صاحب کو جزائے خیر اور اجر عظیم دے جنہوں نے اسوقت جماعت احمدیہ کی ایک بہت بڑی آرزو اور سلسلہ حقہ کی ایک نہایت اہم ضرورت کو پورا کیا ہے۔ آپکو اللہ تعالیٰ نے جن دینی خدمات کی سرانجام دہی کی توفیق بخشی ہے وہ محتاج بیان نہیں۔ اسوقت آپ سیدنا و امامنا حضرت میرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب خلیفۃ المسیح والمہدی فضل عمر ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ارشاد کے ماتحت حضرت اقدس جناب مسیح موعود و مہدی معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سیرت لکھ رہے ہیں جسکی پہلی جلد بنام حیات النبی جلد اوّل چھپکر شائع ہو چکی ہے۔ اس کتاب کو جس محنت اور جانفشانی سے شیخ صاحب مکرم تیار کر رہے ہیں اس کا اندازہ معزز ناظرین اسکی پہلی جلد کے دیکھنے سے ہی لگا سکیں گے اس جلد میں حضرت اقدسؑ کے خاندان والاشان کا ذکر اور آپکی پیدائش سے لیکر زمانہ تصنیف کتاب براہین احمدیہ تک کے آپکے حالات درج ہیں۔ تقطیع $\frac{22 \times 29}{8}$ ضخامت ۹۶ صفحے علاوہ ٹائٹل پیج۔ چھپائی اور کاغذ بہت عمدہ ہے۔ قیمت فی جلد کاغذ قسم اعلیٰ۔ مجلد۔ عہ۔ کاغذ متوسط بے جلد ۱۲ درخواست ہائے خریداری خود شیخ یعقوب علی صاحب ایڈیٹر اخبار الحکم .... کے نام آنی چاہیئیں ؛

ایک سوال اور اُس کا جواب

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک بادیہ نشین اعرابی نے حاضر ہو کر سوال کیا۔ یا رسول اللہ متی الساعۃ قائمۃ ۔ اے خدا کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) قیامت کب آئیگی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں فرمایا ویلک وما اعددت لھا۔ تجھ پر افسوس۔ تُو نے قیامت کے دن کے لیئے کیا تیاری کی ہے۔ اعرابی نے جواب دیا ما اعددت لھا الا انی احب اللہ ورسولہ ۔ مَیں نے قیامت کے دن کے لیئے کوئی تیاری تو نہیں۔ ہاں اللہ اور اُسکے رسول سے مجھے محبت ضرور ہے۔ اسپر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ انک مع من احببت ۔ قیامت کے دن تو اُسی شخص کے ساتھ ہوگا جس سے تجھے محبت ہے۔ یہ سُنکر صحابہؓ بول اٹھے ونحن کذٰلک ۔کیا ہمارا بھی یہی حال ہوگا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا نعم۔ ہاں تمہارے ساتھ بھی ایسا ہی برتاؤ کیا جائے گا حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ففرحنا یومئذ فرحا شدیدا۔ ہم اس دن بہت ہی خوش ہوئے۔

یہ واقعہ بظاہر تو ایک معمولی واقعہ معلوم ہوتا ہے مگر اس سے ہمیں دو بڑے سبق حاصل ہوتے ہیں۔ پہلا سبق جو ہمیں اس واقعہ سے حاصل ہوتا ہے یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خواہش یہ تھی کہ لوگ نیکی اور پاکیزگی اختیار کریں اور ایسے سوالات کو وہ ناپسند فرماتے تھے جو صرف دلچسپی کی وجہ سے لوگ کرتے ہیں اور جن سے کوئی روحانی یا اخلاقی فائدہ حاصل نہیں ہوتا۔ چنانچہ جب اعرابی نے آپسے سوال کیا کہ قیامت کب ہوگی تو آپنے اُس کے اس سوال پر اظہار افسوس فرمایا اور اُسکو بتایا کہ تمھیں اس بات کی فکر نہیں ہونی چاہیئے کہ قیامت کب آئیگی بلکہ تمھیں تو اس بات کی فکر کرنی چاہیئے کہ تم نے اپنے حساب کتاب کے لیئے کیا تیاری کی ہے۔ غرض آپنے اُسکو اصل مقصود زندگی کی طرف متوجہ کیا اور آپنے نصیحت فرمائی کہ تمھیں ہمیشہ اس بات کی فکر ہونی چاہیئے کہ تم کیسے اعمال بجالاتے ہو اور احکام الٰہی کے تم کہاں تک پابند ہو اور ایسے امور کے پیچھے نہیں پڑنا چاہیئے جن کا تمھاری

اخلاقی اور روحانی زندگی پر کچھ اثر نہیں پڑتا۔ یہ نصیحت آب زر سے لکھنے کے قابل ہے اور ایسی ضروری ہے کہ ہر وقت ہر انسان کو مدنظر رہنی چاہیئے۔ اس واقعہ سے اس زمانہ کے اُن لوگوں کو بھی سبق حاصل کرنا چاہیئے جو ہمیشہ ایسے سوالات میں بڑی دلچسپی ظاہر کرتے ہیں جن کا کوئی عملی فائدہ انکو حاصل نہیں ہوتا۔ ہمیں چاہیئے کہ ہم اپنے اعمال اور اخلاق اور روحانی حالت کی طرف توجہ کریں اور ایسی بحثوں سے پرہیز کریں جن سے کوئی مفید نتیجہ پیدا نہیں ہوتا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رض کو بھی تعلیم دی کہ وہ اپنے اعمال کی طرف متوجہ ہوں اور ایسے امور سے اجتناب کریں جو اُن کو زندگی کے اصل مقصود سے غافل کرنے والے ہیں اور جن سے کوئی عملی فائدہ پیدا نہیں ہوتا

دوسرا امر جو اس حدیث سے ہم پر کھلتا ہے وہ یہ ہے کہ صحابہ رض کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پرلے درجہ کی محبت تھی جب اُس اعرابی سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تُو قیامت کے دن اُس شخص کے ساتھ ہوگا جس سے تُو محبت کرتا ہے تو صحابہ رض نے دریافت کیا کہ کیا ہمارے ساتھ بھی ایسا ہی معاملہ ہوگا۔ اور جب آپ نے فرمایا کہ ہاں تمھارے ساتھ بھی ایسا ہی معاملہ ہوگا تو صحابہ رض بہت خوش ہوئے۔ انکی یہ خوشی ظاہر کرتی ہے کہ اُنکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پرلے درجہ کی محبت تھی۔ اسی وجہ سے جب اُنہوں نے یہ سُنا کہ قیامت کے دن وہ اُس شخص کے ساتھ ہونگے جس سے وہ محبت رکھتے ہیں۔ تو اُن کو یقین ہوگیا کہ وہ قیامت کے دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہونگے۔ اور جب انکو یقین ہوگیا کہ آنیوالے عالم میں وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہونگے تو وہ خوشی کے مارے اپنے جاموں سے باہر ہوگئے۔ پس انکا خوش ہونا اس بات کا قطعی ثبوت ہے کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے شیدائی تھے اور یہ بات بھی یاد رکھنی چاہیئے کہ انکی خوشی کی اصل وجہ یہ نہ تھی کہ آنیوالے عالم میں وہ بہشت میں ہونگے بلکہ اُنکے خوش ہونیکی اصل وجہ تھی کہ اب اُنکو یقین ہوگیا کہ دوسرے عالم میں بھی وہ اپنے محبوب یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہونگے۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہونا اُنکو بہشت سے بھی زیادہ عزیز تھا۔ پس وہ اس خیال سے خوش نہیں ہوئے تھے کہ دوسری زندگی میں وہ بہشت میں داخل ہونگے بلکہ اُنکے خوش ہونیکا اصل باعث یہ تھا کہ اب اُن کو یقین ہوگیا کہ جیسا اس زندگی میں وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہیں۔ ایسا ہی وہ موت کے بعد بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہونگے۔ اور اسی خواہش

ترجمہ قرآن کریم مع تفسیر اوضح القرآن

یہ ترجمہ جناب مولانا مولوی میر محمد سعید صاحب احمدی فاضل فخر جماعت احمدیہ حیدرآباد دکن نے بڑی محنت اور جانفشانی سے تیار کیا اور صرفِ زرِ کثیر سے چھپوا کر شائع فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ انکو جزائے خیر اور اجر عظیم دے۔

یہ ترجمہ کئی ایک خصوصیات اپنے اندر رکھتا ہے۔ سب سے بڑی خصوصیت اسمیں یہ ہے کہ نہ تو یہ بالکل تحت اللفظ ترجمہ ہے اور نہ اسے بامحاورہ ترجمہ کہہ سکتے ہیں بلکہ اسمیں آیات قرآن کریم کا حاصل مطلب ظاہر کر دینا اصل مقصود کے طور پر مدنظر رکھا گیا ہے مثلاً اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم غیر المغضوب علیھم ولا الضالین کا ترجمہ ان الفاظ میں کیا گیا ہے کہ "ہمیں وہ پاس والی سیدھی راہ چلا جو تیرے مقبول بندوں کی ہے۔ انکی راہ مت چلا جنپر تو خفا ہوا اور نہ انکی جو سیدھی راہ سے بھٹک گئے" اور اسی طرح ان اللہ لا یھدی القوم الظالمین کا مطلب ان الفاظ میں ظاہر کیا ہے۔ کہ "ظالم جس راہ پر چل رہے ہیں۔ وہ اللہ کی بنائی ہوئی نہیں"۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے معنے آپ نے یہ لکھے ہیں۔ کہ "میں پڑھنا شروع کرتا ہوں۔ اس کے نام کی مدد سے جس میں خوبیاں ہی خوبیاں ہیں۔ جو بے مانگے دینے والا سچی محنتوں کو ضائع نہیں کرنیوالا ہے" جن اصول پر آپ نے اپنے ترجمہ کی بنیاد رکھی ہے۔ اُن کے رُو سے یہ ترجمہ جو خوبیاں اپنے اندر رکھتا ہے وہ محتاج بیان نہیں ہیں۔ ہم جو کچھ اس جگہ اس کے متعلق ظاہر کرنا چاہتے ہیں۔ وہ یہ ہے۔ کہ اللّٰہ کا لفظ اسم ذاتِ والاصفات کا نام (عَلَم) ہے۔ جو تمام خوبیوں کی جامع اور تمام عیوب سے منزہ ہے۔ یہ نہیں کہ یہ اس لفظ کے معنی ہیں۔ چنانچہ خود فاضل مترجم تفسیری حصہ میں اس نکتہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ کہ "یہ اسم اعظم (یعنے لفظ اللّٰہ) ہمیشہ اسمائے حسنٰی کا موصوف ہی رہیگا"۔

غرض یہ ایک جدید طرز کا ترجمہ ہے جو ایک تفسیر کا کام بخوبی دیسکتا ہے۔ بلکہ دراصل یہ ایک تفسیر ہی ہے جو ترجمہ کی صورت میں لکھی گئی ہے۔ علاوہ اس تفسیری ترجمہ کے ایک مستقل تفسیر بھی حواشی کی طرز پر ساتھ شامل کیگئی ہے۔ جو زیادہ تر حضرت خلیفہ اول سیدنا نور الدین رضی اللہ عنہ کے درس قرآن سے ماخوذ ہے۔ اس تفسیر کا نام فاضل مصنف نے اوضح القرآن یا تفسیر احمدی رکھا ہے۔ قرآن کریم کے ساتھ ترجمہ اور تفسیر کو ایسے طور پر رکھا گیا ہے۔ کہ ہر ایک کو الگ الگ بھی کیا جا سکتا ہے یعنی قرآن کریم کے اوراق اور انکے صفحات کے نمبر الگ ہیں اور ترجمہ کے اوراق اور ان کے صفحوں کے نمبر الگ۔ تفسیر کا حصہ بالکل الگ ہے جسے آخر میں ملحق کیا گیا ہے۔ قرآن کریم کے صفحوں کے نمبر اور ترجمہ کے صفحوں کے نمبر برابر چلتے ہیں اور ترتیب ایسی رکھی گئی ہے کہ قرآن کریم کے ہر صفحہ کے مقابل پر اس صفحہ کا ترجمہ آجاتا ہے۔ اُمید ہے کہ انشاءاللہ تعالیٰ یہ ترجمہ مع تفسیر خدا تعالیٰ کے فضل سے بہت مفید ثابت ہوگا۔ قیمت فی جلد قرآن کریم عہ ترجمہ عہ تفسیر عہ (مجموعہ کی قیمت سے)

ملنے کا پتہ :- سید فضل احمد صاحب مہتمم کتب خانہ احمدیہ - تالاب میر جملہ بی بی بازار حیدرآباد دکن

Digitized by Khilafat Library

گوشوارہ آمد و خرچ صیغہ جات صدر انجمن احمدیہ بابت ماہ جولائی و اگست ۱۹۱۵ء

صیغہ تعلیم

آمد: چندہ	فیس مدرسہ	صنعتی	میزان	فیس بورڈران	عطیہ	کرایہ مکانات	اراضیات	میزان	سابقہ بقایا	میزان کل	خرچ: عملہ مدرسہ	سامان	عملہ بورڈنگ	[illegible]	[illegible]	[illegible]	وظائف	صنعتی	اراضیات	میزان	باقی	مستقل فنڈ
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]

مدرسہ احمدیہ

آمد: چندہ	وظائف	[illegible]	میزان	[illegible]	فاضل	خرچ: عملہ مدرسہ	سامان	عملہ بورڈنگ	وظائف	[illegible]	[illegible]	میزان خرچ	فاضل
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]

بیت المال

آمد: [illegible]	متفرق	میزان	[illegible]	فاضل	عملہ	[illegible]	خرچ: وظائف	[illegible]	[illegible]	میزان خرچ	فاضل
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]

اشاعت اسلام

آمد: امانات	انگریزی	اردو	[illegible]	تفسیر	چندہ ترجمہ قرآن	متفرق	[illegible]	[illegible]	میزان	بقایا سابقہ	میزان کل	خرچ: عملہ	انگریزی	اردو	[illegible]	[illegible]	[illegible]	معاوضہ متفرق	میزان خرچ	باقی
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]

مساکین

چندہ	واپسی قرضہ	میزان	بقایا سابقہ	میزان کل
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]

مقبرہ

آمد: حصہ جائداد	وصایا	[illegible]	[illegible]	متفرق	[illegible]	میزان	بقایا سابقہ	میزان کل	[illegible]	خرچ: تبلیغ	[illegible]	[illegible]	تعمیر	[illegible]	میزان خرچ	باقی
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]

زکوٰۃ

آمد	بقایا سابقہ	میزان	وظائف	متفرق	انتظامی	میزان خرچ	باقی
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]

آمد: خزانہ	آمد: چندہ	آمد: آمد بورڈران ہائی	آمد: متفرق	آمد: میزان	آمد: بقایا سابقہ	آمد: میزان کل	خرچ: عملہ	خرچ: اجرت	خرچ: اسٹیشنری	خرچ: تحریک	خرچ: ڈاک	خرچ: سفر خرچ	خرچ: متفرق	خرچ: میزان خرچ	خرچ: فاضل	امانت اندرونی: آمد	امانت اندرونی: بقایا سابقہ	امانت اندرونی: میزان کل	امانت اندرونی: خرچ	امانت اندرونی: باقی
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]

متفرقات آمد: وصولی	متفرقات آمد: بقایا سابقہ	متفرقات آمد: فیس	متفرقات آمد: متفرق	متفرقات آمد: میزان	متفرقات آمد: فاضل گذشتہ	متفرقات خرچ: دفتر	متفرقات خرچ: دفتر محاسب	متفرقات خرچ: دفتر ناظر	متفرقات خرچ: رخصت	متفرقات خرچ: ...	متفرقات خرچ: متفرق	متفرقات خرچ: میزان خرچ	متفرقات خرچ: فاضل	یتامیٰ آمد: آمد	یتامیٰ آمد: فاضل گذشتہ	یتامیٰ آمد: میزان	یتامیٰ خرچ: خرچ	یتامیٰ خرچ: متفرق	یتامیٰ خرچ: میزان	یتامیٰ خرچ: فاضل
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]

بورڈران آمد: آمد	بورڈران آمد: متفرق	بورڈران آمد: میزان	بورڈران آمد: بقایا سابقہ	بورڈران آمد: میزان کل	بورڈران خرچ: عملہ باورچیخانہ	بورڈران خرچ: خورد و نوش	بورڈران خرچ: فیس	بورڈران خرچ: متفرق بورڈران	بورڈران خرچ: میزان خرچ	باقی: باقی	بورڈران احمدیہ: آمد	بورڈران احمدیہ: فاضل گذشتہ	بورڈران احمدیہ: باقی	بورڈران احمدیہ: باورچیخانہ	بورڈران احمدیہ: خورد و نوش	بورڈران احمدیہ: فیس	بورڈران احمدیہ: متفرق بورڈران احمدیہ	بورڈران احمدیہ: میزان خرچ	بورڈران احمدیہ: فاضل	امانت بیرونی: امانت بیرونی
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]

بقایا صیغہ جات بیکم ... ۱۵

تعلیم	۹۱۸ — ۱۰ — ۵
اشاعت	۲۰۱۰ — [illegible] — ۹
مساکین	[illegible] — ۴ — ۵
زکوٰۃ	۲۴۶۷ — ۱۲ — ۵
مقبرہ	۸۸۷۱ — ۲ — ۷
بورڈران ہائی	۱۲۴۳ — ۱۰ — ۶
امانت اندرونی	۶۳۳۵ — ۱۴ — ۹
" بیرونی	۶۹ — ۱۲ — ۹
مستقل فنڈ	۳۹۱۴ — ۲ — ۶
میزان	۳۶۶۰۶ — [illegible] — ۱
منہائی فاضل	۲۹۵۷۶ — ۱ — ۵
منہائی پیشگی	۷۰۲۷ — ۷ — ۳
باقی	۲ — ۱۳ — ۵

تفصیل فاضل صیغہ جات

مدرسہ احمدیہ	۵۱۰۱ — ۴ — ۶
بیت المال	۱۳۸۷۹ — ۱۲ — ۳
تعمیر	۳۳۶۵ — ۴ — ۹
متفرقات	۴۹۳۸ — ۳ — ۱۱
بورڈران احمدیہ	۵۰۲ — ۱۱ — ۹
یتامیٰ	۱۷۸۸ — ۱۴ — ۳
میزان کل	۲۹۵۷۶ — ۱ — ۵

تفصیل پیشگی

تعلیم	۲۲۲۰ — ۱۴ — ۰
بیت المال	۲۷۶۹ — ۹ — ۳
مقبرہ	۲۴۲ — ۰ — ۰
اشاعت	۳۵۰ — ۰ — ۰
مدرسہ احمدیہ	۶۰۰ — ۰ — ۰
متفرقات	۸۴۵ — ۰ — ۰
میزان پیشگی	۷۰۲۷ — ۷ — ۳

محمد اشرف
ناظر

خلیفہ رشید الدین
محاسب

فہرست کتب

اظہار حق	۵/
احمدی کا من	۱/
الہدیٰ	۶/
اعجاز احمدی	۳/
تائید المسیح ؑ	۱/
پنج ارکان اسلام	۱/
پارہ پنجم بخاری شریف	۸/
تذکرۃ الشہادتین اردو	۵/
" فارسی	۳/
تقریروں کا مجموعہ	۲/
تقریریں	۲/
تفسیر القرآن مصنفہ مولوی سید سرور شاہ صاحب آٹھ پارہ تک	۸/
تفسیر پارہ اول مرتبہ شیخ یعقوب علی صاحب از درس حضرۃ خلیفۃ اول رض	عہ/
تفسیر پارہ دوئم مرتبہ شیخ یعقوب علی صاحب از درس حضرت خلیفۃ المسیح اول رض	عہ/
تفسیر پارہ ۲۳/۲۴ "	عہ/
تفسیر پارہ ۲۵ "	عہ/
" ۲۶ "	عہ/
حمامۃ البشریٰ	۸/
حقیقت نماز	۷/
حیرت کی حیرانی حصہ اول	۵/
" حصہ دویم	۴/
سراج الدین عیسائی کے چار سوالوں کا جواب	۲/
خزینۃ المعارف حصہ اول و دویم	۴/
" حصہ سویم و چہارم	۸/
سیرۃ الابدال	۱/
متن اربعین	۲/
مسک العارف	۱/
مکتوبات احمدیہ	۴/
مکتوبات محمدیہ	۴/
لیکچر لاہور	۱/
قصائد احمدیہ	۶/
نزول المسیح ؑ	۴/
نسیم دعوت	۳/
ہدیۃ ثاقب	۲/

ریویو انگریزی و ریویو اردو کے گذشتہ فائل مل سکتے ہیں۔ قیمت کا تصفیہ بذریعہ خط وکتابت ہو سکتا ہے۔

منیجر ریویو آف ریلیجنز قادیان

ڈاکٹر کی ہدایت

باٹلی والا کی ایک ایک گرین کونین کی گولیاں قیمت یکصد گولی ۱۲/ باٹلی والا کی دو دو گرین کی گولیاں قیمت یکصد گولی عہ/ باٹلی والا کا عرق جو روزانہ بخار موسمی بخار اور زکام کے لئے مفید ہے۔ قیمت عہ/ باٹلی والا کی مقوی گولیاں جو چہرہ کی زردی ضعف اعصاب وغیرہ مفید ہیں قیمت عہ/ باٹلی والا کا دانتوں کا منجن نہایت مفید قیمت ۴/ باٹلی والا کا داد کا مرہم جو پھوڑے پھنسیوں کے لئے مفید ہے قیمت ۴/ تمام بڑے دوا فروشوں سے یا ذیل کے پتہ سے مل سکتی ہیں:

Dr. H. L. Batliwala & Sons. Dorli. Bombay

ڈاکٹر ایس کے برمن کا

لال شربت — بنایا ہوا — **لال شربت**

بچوں کے لیئے ایک ہی دوا ہے۔ ماں دینا میٹھا میٹھا لال شربت شیر خوار بچے کو اکثر بدہضمی رہتی ہے۔ دودھ پیتے ہی قے کر دیتے ہیں۔ پاخانہ کبھی سخت اور کبھی پتلا ہوتا ہے پیٹ اونچا ہو جاتا ہے ہاتھ پاؤں لاغر ہو جاتے ہیں۔ دانت وقت پر نہیں نکلتے ہیں۔ غذا جزو بدن نہیں ہوتا۔ ان سب وجوہات سے لڑکے ہمیشہ کے واسطے کمزور ہو جاتے ہیں۔ ایسی حالت میں لال شربت کے استعمال سے کوئی شکایت نہیں ہونے پاتی اور ہمیشہ کے واسطے لڑکے چست و چالاک رہتے ہیں زچہ کو دودھ کم ہوتا ہو طبیعت سست رہتی ہو بخار آتا ہو غذا ہضم نہ ہوتی ہو تو لال شربت استعمال کرنے سے لاغری جاتی رہے گی دودھ زیادہ ہوگا اور بچے خوشحال رہیں گے پوری حالت کی فہرست جسمیں سارٹیفکٹ بھی درج ہیں منگوا کر دیکھیئے قیمت فی شیشی ۱۲ محصول ۴ تین شیشی ۲ محصول ۱۰

اس برسات کے

موسم میں جاڑہ دیکر بخار باری سے ہوگا۔ یہ ملیریا کی پہلی حالت ہے۔ اچھی طرح اگر علاج نہیں کیا جاوے تو خون پانی کر دیتا ہے۔ تلی بڑھ جاتی ہے۔ اور جسم لاغر ہو جاتا ہے اس شکایت کو دور کرنے میں ڈاکٹر ایس کے برمن کا

فصلی بخار و تلی کی دوا

ایک ہی دوا ہے تین چار خوراک کے استعمال سے بخار کا آنا بند ہو جاتا ہے تلی گل جاتی ہے اور جلد آرام ہو جاتا ہے۔ قیمت بڑی شیشی ۱۴ محصول ۶ خورد شیشی ۸ محصول ۵

پپرمنٹ کا تیل

پپرمنٹ کا تیل درد۔ بدہضمی اور ریاح کے فساد کے لیئے ایک بہت ہی مشہور دوا ہے۔ یہ پپرمنٹ امریکہ سے منگایا جاتا ہے۔ ولایتی پپرمنٹ سے کہیں بڑھکر بہتر اور مفید ہے۔ اسی پپرمنٹ میں تارپین کا تیل ملا کر ایک کی تین تین شیشیاں بنا کر لوگ بازار میں چار چار آنے اور چھ چھ آنے پر بیچتے ہیں۔ قیمت آدھ اونس شیشی دس آنہ اور محصول ڈاک وغیرہ ایک شیشی سے چار شیشی تک پانچ آنہ (۵)

کان بہنے کی دوا

کان کے اندر ریم آتا ہو پرانا یا نیا ہو دو تین مراتب کے استعمال سے بہنا بند ہو جاتا ہے قیمت ۴ پچکاری کان صاف کرنے کی ۴ خرچ ہر دو چیز کا ۵

ادویات ہر جگہ دوکانداروں اور دوا فروشوں سے مل سکتی ہیں ورنہ کارخانہ سے طلب کیجیئے

ڈاکٹر ایس کے برمن نمبر ۶۵ تاراچند دت اسٹریٹ کلکتہ

Digitized by Khilafat Library